www.urducouncil.nic.in

Azadi Ka Amrit Mahotsav

G20 भारत 2023 INDIA

جون 2024 ، قیمت :- ₹10

ماھنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

اُردو دُنیا

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے، اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے سالانہ: 150 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

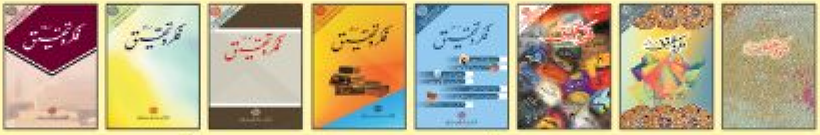

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159

E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

بچوں کی دنیا

جلد: 12 شمارہ: 06 جون 2024

مدیر : ڈاکٹر شمس اقبال

نائب مدیر : ڈاکٹر عبدالباری

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت تعلیم، محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومت ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی-110025
فون: 49539000
شعبہ ادارت: 49539009-11

ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in

ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /10 روپے، سالانہ /100 روپے

• اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتے پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی- 110066
فون: 26109746

ای میل: sales@ncpul.in

علاقائی مرکز: 110-7-22 تھرڈ فلور، ساجدیار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدرآباد- 500002
فون: 040-24415194

اس شمارے میں

اداریہ	مدیر	04
ڈاک خانہ	قارئین	05
مضمون		
ہنسی: خوشگوار زندگی کی کنجی ہے	وسیم سعید	07
ماحولیات		
گلوبل وارمنگ کیا ہے؟	بایانون / انیس الحسن صدیقی	11
اپنا ماحول اپنی جنت	متین اچل پوری	13
نظمیں		
جون	شاہد جمیل	14
سارے گھر کی شان ہیں ابو	وسیم احمد نگرامی	15
جنگل میں شادی	شمیم انجم وارثی	16
کوئل	جاوید اختر	17
کاغذ کی گڑیا	رابعہ خاتون	18
ڈراما		
ننھی سی لڑکی	اظہر افسر	19
کہانیاں		
رستم زماں : گاما پہلوان	حشمت کمال پاشا	22
ایک لیموں کی کہانی	محمد اسد اللہ	26
مرغی نے سبق سکھایا	سلیم خان	29
زینا اور زارا	شہاب افسر خان	35
چاند میں پریاں رہتی ہیں	مبین نذیر	35
سن بال	توصیف بریلوی	39
مختصر کہانیاں	محمد نجیب پاشا	42
گلشن کا رنگ	شنا اسد	44
قسط وار ناول		
جنگل کی کہانی / رمیش نارائن تیواری	مترجمہ : زینت شہریار	46
سائنس		
لے وائسر کے کارنامے	سید شہاب الدین دسنوی	51
ٹیکنالوجی		
ڈیجیٹل دنیا	نکہت انجم ناظم الدین	54
صحت		
ادرک کے طبی فوائد	عبدالمجید مکرو	57
ننھے فنکار		
پینٹنگ		59

پیارے بچو!

صحت سب سے بڑی دولت ہے، اس سے بڑھ کر دنیا میں کچھ بھی نہیں، اچھی صحت کے لیے بہت سی چیزوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے، وقت پر سونا، صبح جلدی اٹھنا، الیکٹرانک آلات کا ضرورت کے مطابق استعمال کرنا اور اپنے وقت کا صحیح استعمال ضروری ہے، تازہ اور صحت مند غذا ہماری صحت پر مثبت اثر ڈالتی ہے، جبکہ گھر کے باہر کا کھانا اور جنک فوڈ صحت کے لیے بے حد مضر ہے، صاف ہوا اور پاکیزہ ماحول بھی صحتمند اور توانا رہنے کے لیے بہت ضروری ہے، ان چیزوں کے بغیر اچھی صحت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

بچو! آج کل ہم جس معاشرے اور جس طرح کے ماحول میں جی رہے ہیں اس میں اپنے آپ کو صحت مند رکھنا ایک بڑا چیلنج ہے، اس کی سب سے بڑی وجہ ماحولیاتی آلودگی ہے، گاڑیوں کی کثرت، اے سی، فیکٹری وغیرہ سے نکلنے والے زہریلے مادے ہماری صحت پر اثر انداز ہوتے ہیں، شہروں کو بسانے اور نئی فیکٹری لگانے کے لیے درختوں کو کاٹا جا رہا ہے، ندی نالے سوکھ رہے ہیں، صفائی ستھرائی کا خاص انتظام نہیں ہے، ان وجوہات کی بنا پر آج لوگ آلودہ ماحول میں جینے پر مجبور ہیں، خاص طور پر بڑے شہروں میں سانس لینا بھی دشوار ہو رہا ہے، آلودگی کے سبب چرند و پرند اور دوسری مخلوقات بھی متاثر ہو رہی ہیں۔

آلودگی صرف ایک خطے یا ایک علاقے کا مسئلہ نہیں بلکہ عالمی مسئلہ ہے، اور پوری دنیا آلودگی کی زد میں ہے، ماحولیاتی آلودگی کی کئی قسمیں ہیں، فضائی آلودگی، صوتی آلودگی، آبی آلودگی اور زمینی آلودگی، ہر طرح کی آلودگی ہماری صحت و تندرستی کے لیے مضر ہے، آلودگی کی وجہ سے لوگ مختلف طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں، خاص طور پر پھیپھڑوں، پیٹ، ہڈیوں، تپ دق اور دمہ، ہیضہ جیسی بیماریوں کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، ان کے علاوہ آلودگی کے سبب گلوبل وارمنگ کا خطرہ بڑھ گیا ہے اور اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کی وجہ سے موسموں میں بے وقت تبدیلی آ رہی ہے، ندی نالوں میں فضلات ڈالنے کی وجہ سے آبی جانوروں کی زندگی بھی خطرے میں پڑ گئی ہے، آلودگی چاہے جس طرح کی بھی ہو زندگی کے لیے خطرناک ہے۔

پیارے بچو! آلودگی کے خطرے کو کم کرنے کے لیے آج مختلف سطح پر کوششیں کی جا رہی ہیں، اس لیے ہم بھی اپنے طور پر کوشش کریں جس سے کہ آلودگی ختم ہو اور صاف ستھری فضا ہمیں میسر آئے، اپنے گھر کے آس پاس پودے لگائیں، ضرورت کے مطابق ہی اے سی اور دیگر الیکٹرانک آلات کا استعمال کریں، گھر کے آس پاس کچرا اور گندا پانی جمع نہ ہونے دیں، جب ہم ان چھوٹی چھوٹی چیزوں کا خیال رکھیں گے تو یقیناً ہمیں صاف ستھری فضا میسر آئے گی اور یہ زمین ہمارے لیے جنت نما بن جائے گی۔

آپ کا

شمس اقبال

ڈاک خانہ

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' مئی 2024 کا شمارہ دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا، سرورق ہمیشہ کی طرح پرکشش اور معنی خیز ہے، ماں بچے کو گود میں لیے ہوئی ہے، ماں کی عظمت اور اہمیت کو بیان کرتی ہوئی یہ تصویر دل کو چھو جاتی ہے، اس تصویر کو دیکھ کر ماں کی بے لوث قربانیاں یاد آجاتی ہیں، 'ماں: محبت کی روشن علامت' کے عنوان سے ماں پر ایک گوشہ ہے جس میں ماں پر ایک مضمون اور تین نظم ہے، اور ادارے کی جانب سے ماں پر خوب صورت اشعار دیے گئے ہیں، اس کے علاوہ اداریہ میں بھی ماں کی عظمت اور شخصیت کو مختصر طور پر بڑے ہی مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے، مدرس ڈے منانے میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن ماں کی عظمت اور اس کی محبت کو بیان کرنے کے لیے صرف ایک دن کو خاص کرلینا یہ غلط ہے، ہر دن یوم مادر ہے، اور روز ماں کی خدمت کرنا اولاد پر فرض ہے، ماں پر یہ گوشہ ہر ایک کے لیے ایک تحفہ ہے، سب کو اسے پڑھنا چاہیے تاکہ ماں کی عظمت و محبت اس کے دل و دماغ میں جاگزیں ہوجائے۔ ہندوستان کی دو اہم اور تاریخی شخصیات امیر خسرو اور گرونانک جی پر بھی اہم اور معلوماتی مضامین ہیں، ان مضامین سے ان دونوں شخصیات کو سمجھنے میں اور ان کی علمی وسماجی فتوحات کو سمجھنے میں مدد ملے گی، اس طرح کے تاریخی مضامین کو لگاتار شائع کرنے کی ضرورت ہے تاکہ بچے اہم شخصیات اور ان کے کارنامے سے واقف ہوسکیں، محمد قمر سلیم کا مضمون خوبصورت گھونسلوں کی دلچسپ باتیں' بھی اچھا مضمون ہے، اس میں سوئفٹ لیٹ، بالڈ ایگل (عقاب)، ہیمر کوپ اور بی ایٹر کے گھونسلے کے متعلق بہت ہی اہم اور دلچسپ باتیں بتائی گئی ہیں، بچوں کے لیے اس طرح کے معلوماتی مضامین وقت کی ضرورت ہے۔ نظمیں کے تحت آٹھ مختلف موضوعات پر بچوں کی دلچسپی اور ان کے ذوق کے پیش نظر نظمیں دی گئی ہیں، عبدالرزاق دل کھولاپوری نے 'اشوک استمبھ' میں اشوک اور استمبھ کی کہانی اور اس کی تاریخی حیثیت پر بھی گفتگو کی ہے، اس نظم میں آسان الفاظ کا استعمال ہوا ہے، جسے بچے آسانی سے سمجھ سکتے ہیں، قسط وار ناول کا سلسلہ میرے پسندیدہ کہانیوں میں سے ہے، اسے بھائی بہنوں کے ساتھ مل بیٹھ کر پڑھنے میں بہت مزہ آتا ہے، چار کہانیوں کے علاوہ سبزیوں کا مشاعرہ انشائیہ بے حد

پلس ٹو پریوجنا بالیکا ودھیالیہ، گھنشیام پور، دربھنگہ

پسند آیا، اس میں سبزیوں کی زبان سے جس طرح کے اشعار استعمال کیے گئے ہیں وہ بڑے پسند آئے، آم کے موسم کی مناسبت سے آم کے طبی فوائد اچھا مضمون ہے، تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات سے ہم جیسے طلبہ مستفید ہو رہے ہیں، جنرل نالج پر ہر ماہ بیس سوالات ہمارے علم میں بیش بہا اضافے کا سبب بنتے ہیں، مجموعی طور پر یہ شمارہ بے حد اہم اور معلوماتی ہے۔

حذیفہ شمیم، رہوا، رامپور، وارث نگر، سمستی پور، بہار

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' برائے ماہ اپریل 2024 زیر نظر ہے۔ یہ سدا بہار ماہنامہ بچوں کے لیے ہر موسم میں آسائش کا سامان بہم پہنچاتا ہے۔ اب دیکھیے اپریل کی یہ کڑی دھوپ جس میں چیل انڈا چھوڑتی ہے۔ یہ پرچہ بچوں کو ٹھنڈک بہم پہنچاتا ہے یعنی اس شدید موسم میں آپ کو کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں بلکہ گھر کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ کر مطالعہ کریں یا پھر اپنے چہیتے پرچہ کو سمجھ کر پڑھتے رہیں۔ اس شمارے میں کیا کیا کچھ پڑھنے کے لیے نہیں ہے۔ نثر کے عمدہ عمدہ مضامین جیسے 'ارادے کی فتح'، ابراہیم لنکن کی کامیابی کے راز، مہا کوی کالی داس وغیرہ، ویسے ہی نظموں میں 'علم کی دولت'، 'عزم نو'، 'میٹھا بیر' وغیرہ، یہی نہیں۔ قسط وار ناول کہانیوں میں 'لوہے کی لاٹ'، 'اپریل فول' پھر 'امتحان کی تیاری کیسے کریں'، 'گلدستۂ سائنس میں' چارلس ڈارون' تاریخی سائنسی اور ثقافتی معلومات، 'پینٹنگ' یعنی رنگ ریزی، گلکاری وغیرہ وغیرہ اور کیا چاہیے۔ بس اب لطف اٹھائیے۔

مصطفیٰ ندیم خان غوری، زرین والا، بی۔ 11، گرین ویلی، روضہ باغ، اورنگ آباد، مہاراشٹر، موبائل نمبر: 9604957100

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' اپریل کا شمارہ موصول ہوا۔ یوں تو اس شمارے کے تمام تر مضامین، کہانی، عید سے متعلق مضامین، عید پر خوب صورت اشعار وغیرہ تعریف کے قابل ہیں۔ اس سے پہلے شمارے میں ڈاک خانے میں میرا خط شائع کرنے کا شکریہ۔

محراج دین، سلر، پہلگام، کشمیر

وسیم سعید

ہنسی: خوشگوار زندگی کی کنجی ہے

پیارے بچو! مسکراہٹ خدا کا عطا کردہ ایک نایاب اور نادر تحفہ ہے۔ یہ کوئی جادو یا طلسمی طاقت وقوت نہیں بلکہ یہ ایک زیور کی مانند ہے جسے پہنتے ہی سارا وجود چمکنے لگتا ہے۔ مسکراہٹ میں جادو ہے اور ایک قسم کی کشش بھی۔ جس کے طفیل انسان خود بخود دوسرے انسان کی جانب مائل ہوجاتا ہے۔ یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ جانور اور پرندے ہنستے، مسکراتے نہیں ہیں بلکہ وہ اس عظیم نعمت سے محروم ہیں۔ یہ نعمت صرف انسانوں کے مقدر میں ہے۔ تعارف کا قدرتی طریقہ مسکراہٹ ہے بلکہ یہ کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ مسکراہٹ اُس شخص کی شناخت اور پہچان ہے۔

جب کوئی شخص کسی بات یا خاص وجہ سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے تو وہ ہنس کر یا مسکرا کر اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ ہنسنا یا ہنسانا ایک فطری عمل ہے جیسا کہ رونا، غصہ کرنا اور اُداس ہونا ہے۔ پہلے زمانے میں لوگوں کے پاس وقت ہی وقت ہوتا تھا۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارتے تھے اور خوش رہتے تھے، لیکن آج کی بھاگ دوڑ، ہنگامہ خیز اور مصروفیاتی زندگی میں عوام الناس کے پاس کھل کر ہنسنے کے لیے دو لمحے بھی میسر نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے دور میں لوگوں کو لافنگ تھیراپی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ درحقیقت ہمارا ہنسنا، رونا، غصہ آنا ہماری ذہنی اور جسمانی صحت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ہنسی انسان کی دماغی صحت کو درست رکھتی ہے اور ساتھ ہی ہنسی ہمارے خون کی گردش کو بھی بہتر بناتی ہے، لیکن کیا آپ جانتے

ہیں کہ ہنسی انسان کی شخصیت کے بارے میں بتا سکتی ہے۔ ہر انسان کی ہنسی ایک دوسرے سے مختلف اور جداگانہ ہوتی ہے۔ کچھ لوگ اپنی خوشی کا اظہار زیادہ تر مسکرا کر کرتے ہیں۔ ہنسی کا تعلق دماغی صحت سے ہے۔ اس لیے سائنس کہتی ہے کہ انسان کی فطرت کا اندازہ اس کے ہنسنے کے انداز سے کیا جاسکتا ہے۔

ہنسی یا مزاح انسانی جذبات کے اظہار کا عمل ہے۔ یہ ایک فطری عمل ہے اس لیے ہنسی کسی بھی انسان کو آسکتی ہے۔ لیکن کچھ لوگ ہنسی کو صرف مسکرانے تک ہی محدود رکھتے ہیں۔ کچھ لوگ مسکراتے ہوئے منہ کھولتے ہیں اور کم از کم ان کے سامنے کے دانت تو نظر آتے ہیں۔ ہنسی ہلکی اور رکی ہوسکتی ہے۔ جس میں چہرہ زیادہ حرکت نہیں کرتا اور بعض اوقات لوگ سر اور جسم ہلا کر ہنستے ہیں۔ بہت زیادہ ہنسنا اور دیر تک ہنسنا قہقہہ کہلاتا ہے۔

کسی دانشور نے بالکل صحیح کہا ہے کہ ہماری زندگی میں ہنسی کو وہی اہمیت حاصل ہے جو خوراک میں نمک کی ہوتی ہے۔ ادب میں نو رس مانے جاتے ہیں، ان میں سے ایک ہنسی بھی ہے۔ درحقیقت ہنسی زندگی کا ایسا سرمایہ ہے جو ہنسنے والوں کو صحت مند رکھنے میں وٹامن کا کام انجام دیتی ہے۔ اس طرح ہنسنے والے شخص کے اردگرد کے لوگ بھی خوش اور صحت مند ہوتے ہیں۔ یہ خوشی کی توانائی کا کمال ہے کہ کئی گھنٹوں تک مزاحیہ پروگرام دیکھنے کے بعد بھی کسی قسم کی کوئی تھکان اور بوریت محسوس نہیں ہوتی۔

عالمی یوم ہنسی کے بانی اور ہنسی یوگا تحریک کے سربراہ ڈاکٹر مدن کٹاریا نے پہلی بار 11 جنوری 1998 کو ملک کی معاشی دارالحکومت ممبئی میں عالمی یوم ہنسی منانے کی شروعات کی تھی۔ اس کا مقصد ہنسنے کے ایک ایسے نظام کو رواج دینا تھا جہاں ہر کوئی بے خوف اور بے باک ہوکر ہنس سکے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے لوگ کسی نہ کسی عوامی مقام یا جگہ پر جمع ہوتے تھے اور یکسوئی کے ساتھ اجتماعی طور پر ہنسنے کی مشق کرتے تھے۔ دھیرے دھیرے یکسوئی کے ساتھ اجتماعی طور پر ہنسنے کا یہ ہنر وفن عوام الناس کو راس آنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے ممبئی ہی نہیں بلکہ پورے ملک اور پوری دُنیا میں مقبول عام ہونے لگا۔ اسی مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے عالمی یوم ہنسی کو ہر سال ماہ مئی کے پہلے اتوار کو منانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اجتماعی طور پر ہنسنے کی کوشش کے اس ہنر وفن کو ہنسی یوگا کا نام دیا گیا۔

آج دنیا بھر میں تقریباً 6800 سے زیادہ ہنسی کلب موجود ہے۔ جہاں لوگ صحت مند اور خوش رہنے کے لیے اجتماعی طور پر جان بوجھ کر ہنستے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہنسی زندگی ہے اور ہنسی ہی خوشگوار زندگی کی کنجی ہے۔ آج دنیا کے 115 سے زائد ممالک میں ہنسی کا دن منایا جاتا ہے۔ اس دن لوگ ہنسی کے ذریعے اپنی صحت کو بہتر بنانے کا عہد کرتے ہیں اور ساتھ ہی دُنیا میں تناؤ پر قابو پانے اور خوشگوار انسانی زندگی گزارنے کا بھی عہد کرتے ہیں۔

اسی طرح آج ترقی پذیر دور میں سائنس نے بھی ثابت کردیا ہے کہ ہنسی سے اچھی صحت کے لیے کوئی دوسری دوا نہیں، گویا ہنسی دوا کا مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بڑے بڑے شہروں کی عوامی پارکوں اور باغوں میں صبح سویرے لوگ جمع ہوکر اجتماعی طور پر ہنستے ہیں۔ اس میں ڈاکٹر، انجینئر، معلم، وکیل، تاجر اور ہر خاص وعام لوگ شامل ہوتے ہیں۔ یہ تمام لوگ صبح صبح عوامی مقام یا جگہ پر اکٹھا

ہو کر دن پُرسکون اور راحت سے گزارنے کے لیے دس سے بیس منٹ تک ہنسی یوگا کرتے ہیں۔

ہنسی کے متعلق فوائد کے حوالے سے دنیا کے گوشے گوشے میں طبی اور نفسیاتی تحقیق ہو چکی ہے اور اس تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ دن میں دس منٹ بے فکر اور بے خوف ہو کر ہنس لینا صحت مند اور خوشگوار زندگی گزارنے کا ضامن ہے۔ درحقیقت ہنسی ایک ایسا طاقتور جذبہ ہے جو انسان میں زبردست توانائی پیدا کرتی ہے۔ جب کئی لوگ مل کر ایک ساتھ ہنستے ہیں تو ان کی یہ مجموعی ہنسی ایسا برقی مقناطیسی میدان بناتی ہے جس کے دائرے میں آنے والا ہر شخص اثباتی توانائی سے لبریز ہوتا ہے۔ ہنسنے سے ہمارے جسم کے اندرونی حصوں اور چہروں کے پٹھوں کو بہت فائدہ ملتا ہے۔ ہنسنے سے فاضل مادے جسم سے باہر نکل جاتے ہیں اور دماغی تناؤ سے پرے رہتے ہیں۔

ہنسنے سے ڈر، خوف، تناؤ اور دباؤ دور ہو جاتا ہے۔ مختلف تحقیق کاروں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ تنہا ہنسنے کی بنسبت گروہوں میں ہنسنا زیادہ فائدہ مند ہے۔ انسانی تاریخ میں حالیہ دور ایسا دور ہے جہاں انسان سب سے زیادہ مصروف ہے۔ 1950 کی دہائی تک دُنیا کا ہر انسان ہر دن اوسطاً چار سے پانچ گھنٹے ہی کام کرتا تھا لیکن آج دُنیا کا ہر انسان چاہے وہ بڑے شہر میں رہتا ہو یا دیہاتوں میں اوسطاً ہر دن آٹھ سے دس گھنٹے کام کرتا ہے۔ صبح بیدار ہونے سے لے کر رات سونے تک وہ حرکت میں رہتا ہے۔

یقینی طور پر یہ کام جہاں ہمارے تمام چین وسکون اور سہولتوں کی بنیاد ہے وہیں ضرورت سے زیادہ وقت تک کیا گیا کام ہمیں جسمانی طور پر تھکاتا ہے اور دماغی طور پر ہمیں چڑچڑا بناتا ہے۔ جس سے نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ دماغی تناؤ، بے چینی اور دباؤ جس سے اُبھرنے کا سب سے اچھا طریقہ ہنسی ہی ہے۔

جو لوگ ہمیشہ ہنستے اور خوش رہتے ہیں وہ دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ تندرست اور جواں رہتے ہیں۔ ہنسنے سے چہرے کے پٹھوں کی ورزش ہوتی ہے جو جھریوں کو روکتی ہے اور چہرے کی سرخی کو بڑھاتی ہے۔ دورِ حاضر میں دفتری کام، خاندانی ذمے داریاں، تناؤ نے لوگوں کی صحت کو کئی طرح سے متاثر کیا ہے۔ جس کے لیے آج لوگ ہر طرح کی دوائیاں لینے پر آمادہ ہیں اور دوڑ بھاگ رہے ہیں۔ لیکن کیا آپ نے لافنگ تھراپی کے بارے میں سنا ہے؟ ہنسی کو 'بہترین دوا' کہا گیا ہے۔ اس لیے ہنسنا صحت کے لیے بہتر ہے۔ ہنسنے سے نہ صرف ذہنی تناؤ دور ہوتا ہے بلکہ بلڈ پریشر اور ذیابیطس جیسے امراض بھی دور رہتے ہیں۔ ہنسنا ایک مراقبہ ہے اس لیے ہنسنا عصر حاضر میں ایک ورزش کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اس لیے مسکراہٹ کے 'عالمی دن' کے موقعے پر ہنسنے سے متعلق فوائد کے بارے میں عوام الناس کو آگاہ کیا ہے۔

ہنسنے سے بے خوابی کا مسئلہ بھی دور ہوتا ہے۔ ہنسی ورزش کے بعد پٹھوں کو بھی آرام دیتی ہے۔ ہنسنے کی وجہ سے بے خوابی اور جسم میں کئی طرح کے درد کے مسئلے سے بھی نجات ملتی ہے۔ کئی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہنسنے سے قوت مدافعت بڑھتی ہے۔ جس کی وجہ سے آپ جسمانی بیماریوں سے بچ کر طویل عرصے تک صحت مند رہتے ہیں۔ ہنسنے کا دماغ پر بھی مثبت اثر پڑتا ہے اور کشیدگی سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ ہنسنے سے یادداشت مضبوط رہتی ہے جو لوگ بہت زیادہ ہنستے ہیں وہ ہر طرح کے دماغی تناؤ سے دور رہتے ہیں۔ ہنسنے سے جسم میں اینڈورفن نامی ہارمون خارج ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان دن بھر چاق و چوبند، تندرست اور توانا رہتا ہے۔ یہ ہارمونز بنانے میں مددگار ہے۔

آخر میں میری نونہالانِ چمن سے مودبانہ درخواست ہے کہ وہ ہنسی اور مسکراہٹ کو اپنی زندگی کا حصہ بناتے رہیں تاکہ آپ کی زندگی ذہنی فکر اور تناؤ سے دور رہے اور امن وامان والی زندگی میسر ہو اور ہم اپنے اطراف ایک خوش گوار ماحول پیدا کر سکیں۔ مسکراہٹ کے بارے میں لارڈ بیڈن پاول نے کہا تھا کہ ''ہماری عام زندگی میں مشکلات اور ناکامیاں ہمارا مقدر ہیں۔ خوبصورتی اسی میں ہے کہ ہم ان پر مسکراتے رہیں کیونکہ اگر ہم نہ مسکرائیں گے تو بھی ٹل تو نہیں سکیں گے، ہمیں ان ناکامیوں اور مشکلوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرنا چاہیے۔'' اگر آپ ہنستے مسکراتے رہیں گے تو لوگ آپ کی جانب دوستانہ چہروں کے ساتھ بڑھیں گے، وہ آپ سے آپ کی بشاشت اور خوشی کا راز دریافت کریں گے۔

■

Waseem Sayeed
Masood Hotel Ke Pass
Gajri Bazar, Kamptee
Distt.: Nagpur - 441001 (Maharashtra)
Mob.: 7620594269

مصنف: ہایا نون، ترجمہ: انیس الحسن صدیقی

گلوبل وارمنگ کیا ہے؟

⌘ ٹی وی اور اخباروں میں ہر ایک گلوبل وارمنگ پر بات کرتا ہے۔ گیسولین سے چلنے والی کاریں مسئلے کا سبب ہیں اور اس کو روکنے کے لیے گیسولین ٹیکس کو بڑھانے کی ضرورت ہے؟

☯ ارے، مول، تم اتنی تیز ہو! پود گھر گیس جیسا کہ CO_2 اور میتھین جو پرانے ایندھن کے جلنے سے خارج ہوتی ہیں وہ گلوبل وارمنگ میں بہت زیادہ مدد کرتی ہیں۔ ان گیسوں کو ترک کرنے کے لیے مختلف طریقوں کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ تیل اور کوئلے پر ماحولیاتی ٹیکس کی ابتدا ان میں سے ایک ہے۔

⌘ کرۂ ارض کب گرم ہونا شروع ہوا تھا؟

☯ کرۂ ارض اپنی پیدائش کے بعد یعنی 460 کروڑ سال پہلے سے دسیوں ہزاروں سال تک گرم اور ٹھنڈے موسموں کے ادوار سے گزرا ہے۔ آج کل کرۂ ارض کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ موسم کی تبدیلیوں کے لمبے عرصے کے نقطۂ نظر کے تحت گرم عرصہ میں ہے۔

پھر بھی، 1750 کے گرد خاص طور پر جب سے صنعتی انقلاب شروع ہوا تھا تب سے پود گھر گیسوں کا اخراج جس میں CO_2 شامل ہے، اس میں بڑھوتری ہوئی ہے۔ حالیہ گلوبل وارمنگ کا عام رجحان اس کے اثر کا عکس ڈالتا ہے۔

⌘ میں جانتی ہوں کہ اسٹیم انجن کی ایجاد نے صنعتی ترقی کی رہنمائی کی ہے۔ کوئلے نے اسٹیم انجن چلانے کی طاقت مہیا کی ہے۔

اس عرصے میں ایجادوں کا شکریہ کہ ہماری پوری

زندگی سہولیات سے پر ہے۔ کیا یہی گلوبل وارمنگ کا سبب ہے؟ ہمیں صنعتی انقلاب کی قطعاً ضرورت نہیں ہے؟

⌘ انتظار کرو! میں، اور ٹی وی بھی، بغیر ان ایجادوں کے باقی نہیں رہ پائیں گے۔

☯ اس وقت کے لوگوں کے کارناموں کی بنیاد پر ہماری حالیہ زندگی قائم ہوئی ہے۔ انھوں نے کبھی یہ سوچا بھی نہ ہوگا کہ ان کی ایجادات کی وجہ سے ہمیں ایک اہم مسئلے کا سامنا کرنا پڑے گا۔

کلوروفلورو کاربنس (سی ایف سی ایس) دوسری مثالیں ہیں جنھوں نے ہمیں آسانیوں کی ساتھ مہیا کی ہیں لیکن بعد میں وہ نقصان پہنچانے میں بدل گئی ہیں۔

سی ایف سی ایس جو ایئر کنڈیشنوں میں استعمال ہوئی ہیں اور جو کرۂ اوزون کی تہہ کو نقصان پہنچانے میں پائی گئی ہیں۔

1998 میں ایک سویڈن کے کیمیا گر ایس ارہینوس نے مشورہ دیا کہ CO2 گلوبل وارمنگ کا سبب بن سکتی ہے۔ تب 1980 میں یو ایس کانگریس میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور جلد ہی دنیا کے آر پار پریشانی کا سبب ہوا۔

⌘ تو کیا ہوگا اگر کرۂ ارض اسی طرح گرم ہوتا رہا؟

☯ سائنسداں مختلف مناظروں کی بنیاد پر پیش گوئی کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ درجۂ حرارت اگلے 100 سال میں تقریباً 1 سے 5 درجۂ حرارت بڑھے گا۔

⌘ کیا یہ ہی سب ہے؟ ہم اسے نظر انداز کر سکتے ہیں؟

☯ نہیں، حالانکہ بڑھوتری جانوروں کو سیدھا مارنے کے لیے اتنی شدید بھی نہیں ہے، لیکن یہ ماحولیاتی ہلچل کر سکتی ہے۔ گلوبل وارمنگ فصلوں کی پیداوار اور پودوں کو کم کر سکتی ہے جس پر جانور منحصر ہیں۔

یہ سمندر کی سطح کو گلیشیروں کے پگھلانے کے ذریعے سے بڑھائے گی۔ نیچے پڑے ہوئے جزیروں کے حصے مالدیپ جیسے ڈوب جائیں گے۔ موسم کی انتہائی حد ہونے کے واقعات مثلاً لوئیں اور طوفانوں کے بڑھنے کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔

⌘ یہ ایک بڑا مسئلہ ہے! ہم اس سے بچنے کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟

☯ تمام دنیا کو ایک ساتھ گلوبل وارمنگ کو حل کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک عالمی کانفرنس ہر سال پودگھر گیس کے اخراج کو کم کرنے کے لیے منعقد ہوتی ہے۔

ہم میں سے ہر ایک توانائی بچانے کے ذریعے اس مسئلے کو روکنے میں تعاون کرنے کے قابل ہے۔ مثال کے طور پر آپ اپنے ایئر کنڈیشنر کے تھرموسٹیٹ کو معتدل درجۂ حرارت پر سیٹ کرنے کے ذریعے یا جب گاڑی کو پارک کر رہے ہوں تو اس کے انجن کو بند کرنے سے بہت سی چھوٹی چھوٹی چیزیں بہت بڑا فرق پیدا کرتی ہیں۔

⌘ میرے پاس ایک ترکیب ہے۔ آج سے میں ایک بغیر دھوئیں والی بار بے کیو گرل استعمال کروں گا جو CO2 کے اخراج کم کر سکتا ہے۔

☯ اچھا میں نہیں جانتا کہ آیا وہ کام کرتا بھی ہے، شاید ایسا ہی...

■

ماخذ: گلوبل وارمنگ کیا ہے؟ **مصنف:** بایا نون، **اردو مترجم:** انیس الحسن صدیقی، **پہلی اشاعت:** 2019
ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

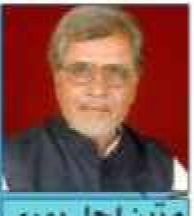

متین اچل پوری

اپنا ماحول اپنی جنت

یہی ہے قول اپنا بول اپنا
کہ جنت اپنی ہے ماحول اپنا
ہمیں پانی کو ہے شفاف رکھنا
فضا کو بھی نہایت صاف رکھنا
دھوئیں سے اب ہوا کو ہے بچانا
کثافت سے فضا کو ہے بچانا
شجرکاری کو لازم جاننا ہے
اب اپنے آپ کو پہچاننا ہے
حرارت سے بچانا ہے زمیں کو
شرارت سے بچانا ہے زمیں کو

کریں ہم بے زبانوں سے محبت
پرندوں کے ٹھکانوں سے محبت
نہ جھگڑا ہو کوئی ہم کو گوارا
ہماری آرزو ہے بھائی چارا
ستاتا ہے ہمیں دن رات یہ غم
نہ جنت اپنی بن جائے جہنم
کوئی پیشہ ہو کوئی ذات بھائی
رہیں مل جل کے ہم دن رات بھائی
یہی ہے قول اپنا بول اپنا
کہ جنت اپنی ہے ماحول اپنا

■

ماخذ: ماحول نامہ، شاعر: متین اچل پوری، طباعت: 2019
ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

شاھد جمیل

جون

مٹھی میں بھر کے آگ، یوں اٹھلا رہا ہے جون
جوتے مئی کے پہنے نظر آ رہا ہے جون
ہر سمت دندناتی ہوئی اس کی حدّتیں
سب کو بِنا قصور کے، جھلسا رہا ہے جون
اِک چھاؤں کی تلاش میں پھرتے ہیں جانور
آئینہ تیز دھوپ کا دِکھلا رہا ہے جون
ہر سو یہ آگ اُگلتی ہواؤں کا شور ہے!
یا، لُو کی دُھن پہ کوئی غزل گا رہا ہے جون
سب دوستوں کے چہرے کا نقشہ بدل گیا!
گرد و غبار چار سو برسا رہا ہے جون
ہر روز کھیلتے ہیں پسینوں کے ساتھ ہم
یہ 'غسل' دیکھ دیکھ کے مُسکا رہا ہے جون
شاہد جو ذکر کردیا میں نے اگست کا!
غصّے میں دانت پیس کے بل کھا رہا ہے جون

■

Shahid Jameel
202, RD Mension, Ashiana Deegha Road
Near Axis Bank
Post: B V College
Patna - 800014 (Bihar)
Mob.: 9471094149
shahid.jameel6798@gmail.com

وسیم احمد نگرامی

سارے گھر کی شان ہیں ابو

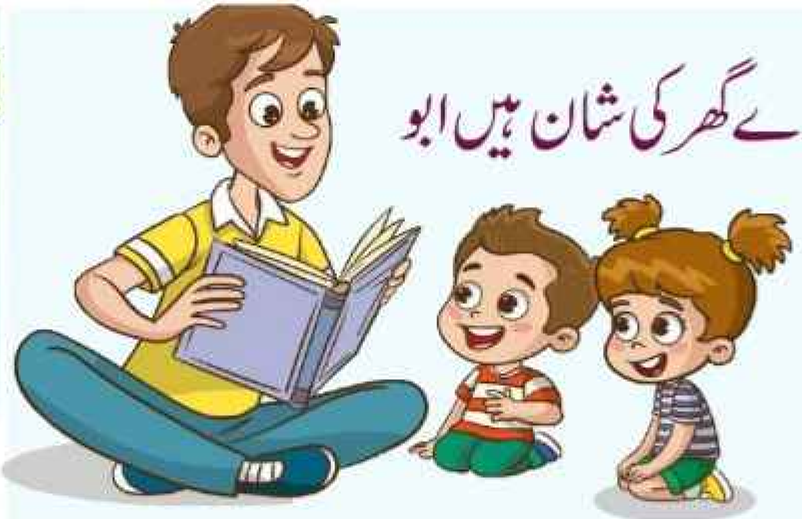

ہم سب کی پہچان ہیں ابو
سارے گھر کی شان ہیں ابو
ہے ان کو پرواہ سبھی کی
نہ سمجھو انجان ہیں ابو
سب کی خواہش جانا کرتے
رہتے نہیں انجان ہیں ابو
ہم سب ان کو بہت چاہتے
ہم بچوں کی جان ہیں ابو
کرتے رہتے ہم فرمائش
دیتے نہ فرمان ہیں ابو
کب کس چیز کی ہمیں ضرورت
رکھتے پورا دھیان ہیں ابو
جب بھی جھگڑے بھائی بہن تو
کھینچ بھی دیتے کان ہیں ابو

■

Vasim Ahmad Nagrami
Nagram Bazaar
Lucknow - 226303 (UP)
Mob.: 9198931894
vasimahmad438@gmail.com

شمیم انجم وارثی

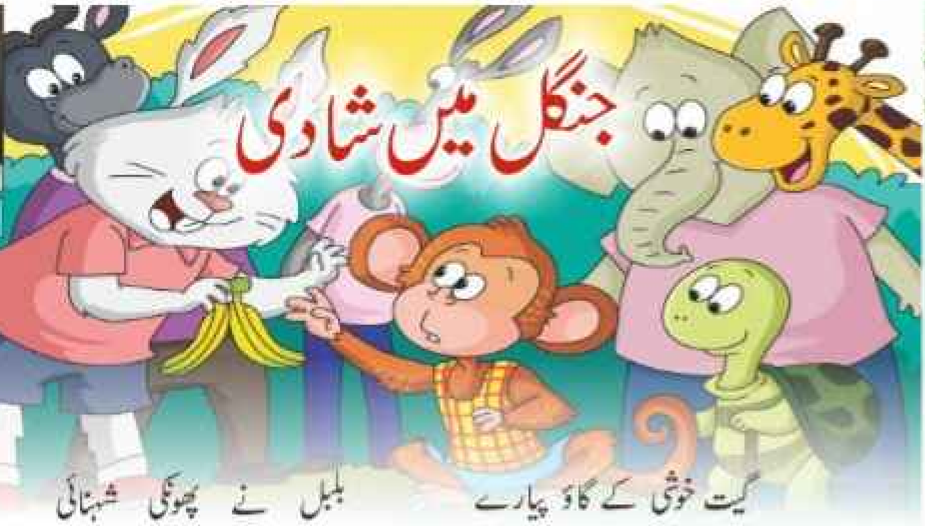

جنگل میں شادی

گیت خوشی کے گاؤ پیارے
جم کر ڈھول بجاؤ پیارے

آج ہے بندریا کی شادی
جنگل میں خانہ آبادی

چیتا، گھوڑا، اونٹ اور ہاتھی
دروازے آئے باراتی

مور خوشی میں ناچے گائے
بھالو من ہی من اترائے

چور ہے مستی میں خرگوش
سارے پنچھی ہیں مدہوش

بندریا کتنی جچتی ہے
جوڑے میں اچھی لگتی ہے

بندر سہرا باندھ کے آیا
بندریا کا جی للچایا

بلبل نے پھونکی شہنائی
مہمانوں پر مستی چھائی

طوطا نے کیا سہرا گایا
شیر مسرت سے مسکایا

مہمانوں کا کرو سواگت
جم کر انھیں کھلاؤ دعوت

بندر ہاتھ میں ڈالے ہاتھ
بندریا کو لایا ساتھ

جنگل میں ہریالی چھائی
دولھے کے گھر دلہن آئی

■

Shamim Anjum Warsi
237/2 Arbandha Palli
Garalia North , 24 Parganas
Pin - 743133, West Bengal
Mob.: 9339680799

جاوید اختر

کوئل

میٹھی بولی بول کے تو
کانوں میں رس گھولے تو

کوکو کوکو بولے تو
راز کئی ہے کھولے تو

مان گیا تو کالی ہے
لیکن تو دل والی ہے

چہکے ڈالی ڈالی پر
اپنے چمن کی مالی ہے

تیری صدا کو پیار کروں
جان و دل سے پیار کروں

کوک تمہاری ہر سو چھائے
اور سبھی کے من کو بھائے

مجھ کو کوئل کیوں نہ بھائے
دل جو سب کا یہ بہلائے

■

Dr. Jawed Akhtar
Kumhroli, Kamtol
Darbhanga - 847404 (Bihar)
jawed.ma@gmail.com

رابعہ خاتون

کاغذ کی گڑیا

وہ ننھی سی بچی
وہ موسم سہانا

وہ کاغذ کی گڑیا
کو دلہن بنانا

کبھی اس کو کاغذ
کا کھانا کھلانا

وہ کاغذ کے گڈے
سے شادی کرانا

وہ کاغذ کی گڑیا
کو مہندی لگانا

وہیں اس کی شادی
میں گانا بھی گانا

وہ شادی میں پیدل
ہی بارات جانا

پلیٹوں کے بدلے
ڈھکن میں کھانا

وہ پیڑوں کے پتوں
کا پیسا بنانا

ہمیں یاد آتا ہے
گزرا ہوا زمانا

■

Rabeya KhatoonD/O: Abdul Wahab
Village: Dharampur Narayan Urf Tehai
Po - Rampur Hari
Ps - Minapur
Dist - Muzaffarpur - 843117 (Bihar)
khatoonrabeya195@gmail.com

اظہر افسر

ننھی سی لڑکی

(سڑک کے کنارے بجلی کے کھمبے کے نیچے بہت سارے لوگ کسی شخص کو گھیرے کھڑے ہیں، اسٹیج کے داہنی طرف سے سلیم اور اس کا بوڑھا نوکر بخشی داخل ہوتے ہیں کہ بانسری کی لَے شروع ہوتی ہے)

سلیم: بانسری کہاں بج رہی ہے بخشی؟

بخشی: شاید ادھر کوئی بانسری بجا رہا ہے اور لوگ شاید اسے ہی گھیرے کھڑے ہیں۔ ٹھہرو میں دیکھتا ہوں۔

(بانسری کی تانیں بلند ہوتی ہیں)

(بخشی اونچا ہو کر دیکھنے کی کوشش کرتا ہے)

سلیم: کیا ہو رہا ہے بخشی؟

بخشی: کچھ نہیں میاں، ایک بوڑھا فقیر ہے وہ بانسری بجا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ایک ننھی سی لڑکی چپٹی بیٹھی ہے۔

سلیم: ننھی سی لڑکی۔

بخشی: ہاں۔

ننھی سی لڑکی آواز: اللہ کے نام پر ایک پیسہ دینا بابو۔ اللہ کے نام پر ایک پیسہ دینا۔ ہم بہت بھوکے ہیں، میں بھوکی ہوں۔ یہ اندھا فقیر بھوکا ہے، ہم دونوں بھوکے ہیں۔ اللہ کے نام پر ایک پیسہ بابو۔

(بانسری بند ہو جاتی ہے اور لوگ جانے لگتے ہیں)

سلیم: یہ لوگ ہٹ ہٹ کر کیوں واپس جا رہے ہیں بخشی؟

بخشی: اور کیا کریں گے، جب تک بانسری بجتی رہی لوگ سنتے رہے اب پیسہ کون دے؟

ننھی لڑکی: صاحب، بابو صاحب اندھے فقیر کو ایک پیسہ دیتے جانا۔ ہم سردی میں بھوک سے مر رہے ہیں۔ بابو صاحب تمھارے گرم کپڑوں کا صدقہ ایک پیسہ دیتے جانا۔ ایک پیسہ۔

مجمع میں سے ایک لڑکا: بھیا کتنی اچھی بانسری بجا رہا تھا بوڑھا آدمی کیسی پیاری طرزیں نکال رہا تھا۔

ساتھ والا آدمی: ہاں، اندھا ہے مگر خوب بجاتا ہے۔

لڑکا: اسے ایک پیسہ دوں؟

ساتھ والا آدمی: نہیں نہیں، چلو دیر ہو رہی ہے، خبر ہے ابھی

سنیما کتنی دور ہے۔ ان بکھیڑوں میں رہے تو بس آج تماشہ دیکھ چکے، چلو۔

(بانسری پھر سے گونجنے لگتی ہے)

سلیم: وہ پھر سے بانسری بجا رہا ہے۔ بخشی ذرا مجھے اس لڑکی کو دیکھنے دو۔ اپنے کندھے پر اٹھالو مجھے۔

بخشی: آؤ (بخشی سلیم کو اٹھا کر اپنے کندھے پر بٹھا لیتا ہے)

سلیم: اف وہ کتنی چھوٹی لڑکی ہے۔ کیوں بخشی؟ اور اس بوڑھے فقیر کی داڑھی کتنی سفید ہے۔ یہ اندھا ہے بخشی؟

بخشی: ہاں، بالکل اندھا ہے بے چارہ۔

سلیم: کتنی پیاری لڑکی ہے۔ بخشی یہ اپنی طیبہ جیسی ہے۔ کیوں؟ مگر اس کا کرتا تو بالکل پھٹا ہوا ہے۔ وہ سردی سے کانپ رہی ہے۔

ننھی لڑکی: بابو لوگ، صاحب لوگ، ایک پیسے دیتے جانا۔ ایک پیسہ ہم سردی سے کانپ رہے ہیں۔ بابو صاحب آپ کے گرم کپڑوں کا صدقہ۔ آپ کا صدقہ۔ بابو صاحب ایک پیسہ دینا بابو صاحب۔

ایک لڑکا: چاچا جی

آدمی: ہاں

وہی لڑکا: چاچا جی اسے اٹھنی دے دوں؟

آدمی: کچھ دیوانے ہوئے ہو کیا؟ تمھیں اٹھنی اس لیے دی تھی، چلو۔

وہی لڑکا: وہ کتنا — غریب ہے چاچا جی۔

آدمی: چلو چلو، دنیا میں ایسے بدمعاش بہت ہیں تم کس کس کو اٹھنی دیتے پھروگے۔

(بانسری بند ہو جاتی ہے)

سلیم: یہ آدمی کتنا برا ہے بخشی۔

سلیم: اندھے نے بانسری بند کر دی ہے بخشی۔ اس نے اس آدمی کی بات سن لی ہے۔ وہ لڑکی رو رہی ہے بخشی۔ اس آدمی نے بڑا برا سلوک کیا ہے۔ کیا یہ اندھا بدمعاش ہے؟ یہ بے چارہ بوڑھا اس کی سفید داڑھی تو بالکل دادا ابا جیسی ہے۔ بوڑھا رو رہا ہے اس کے آنسو داڑھی تک آگئے ہیں بخشی۔ ذرا مجھے اپنے کندھے سے اتار دو۔

(بخشی سلیم کو کندھے سے اتار دیتا ہے)

سلیم: (ننھی لڑکی کے قریب پہنچ کر) تمھارا کیا نام ہے؟ ڈرو نہیں۔ تم ہمارے ساتھ چلو گی۔ کہو چلو گی؟

ننھی لڑکی: (سسکیاں لیتی ہوئی) نہیں۔

سلیم: ہمارے گھر چلو۔ میں تمھاری دوستی اپنی چھوٹی بہن طیبہ سے کرا دوں گا۔ تم رو رہی ہو۔ سب لوگ جا چکے ہیں۔ جانے دو۔ وہ بڑے برے لوگ تھے۔ تم رو رہی ہو چلو گی ہمارے ساتھ؟

ننھی لڑکی: (سسکیاں لیتی جا رہی ہے) اندھے فقیر کو ایک پیسہ دینا بابو صاحب۔ ایک پیسہ۔

سلیم: میری بات سنو گی تم۔ اچھا میں جاتا ہوں۔ لو۔ یہ لو۔ ہاتھ لاؤ اپنا (سلیم جیب میں کچھ ٹٹولتا ہے پھر دو روپے نکال کر ننھی لڑکی کے ہاتھ میں رکھ دیتا ہے)۔

بخشی: تم نے لڑکی کو کیا دے دیا میاں؟ دو روپے۔ یہ تو تم نے نمائش دیکھنے کے لیے رکھے تھے۔ پیسہ نہیں تھا تو مجھ سے لے لیتے۔ دوں؟

سلیم: نہیں نہیں، رہنے دو۔ اس لڑکی کو دیکھ رہے ہو۔ بخشی، کتنی خوش ہے یہ۔

بخشی: ہاں خوش تو بہت ہے۔

سلیم: بہت خوش ہے، بخشی بہت خوش ہے چلو آؤ گھر چلیں۔

بخشی: مگر سلیم میاں۔

سلیم: آؤ آؤ، میں بھی بہت خوش ہوں۔ مجھے دو روپے کا کوئی غم نہیں۔ میں کل طیبہ کے ساتھ نمائش دیکھنے نہیں جاؤں گا نواب صاحب کے بچوں کے ساتھ بھی نہیں گھوموں گا۔ میں نے نمائش کی چیزوں سے کہیں زیادہ انمول چیز خرید لی ہے۔ بڑی انمول آج کی شام، میری سب سے اچھی شام ہے۔ آؤ گھر چلیں۔ ابا ہماری راہ دیکھتے ہوں گے۔ آؤ بخشی۔

(سلیم اور بخشی دوسری طرف چلے جاتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)

■

ماخذ: بچوں کے ڈرامے، **مصنف:** اظہر افسر، **نویں طباعت:** 2019، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

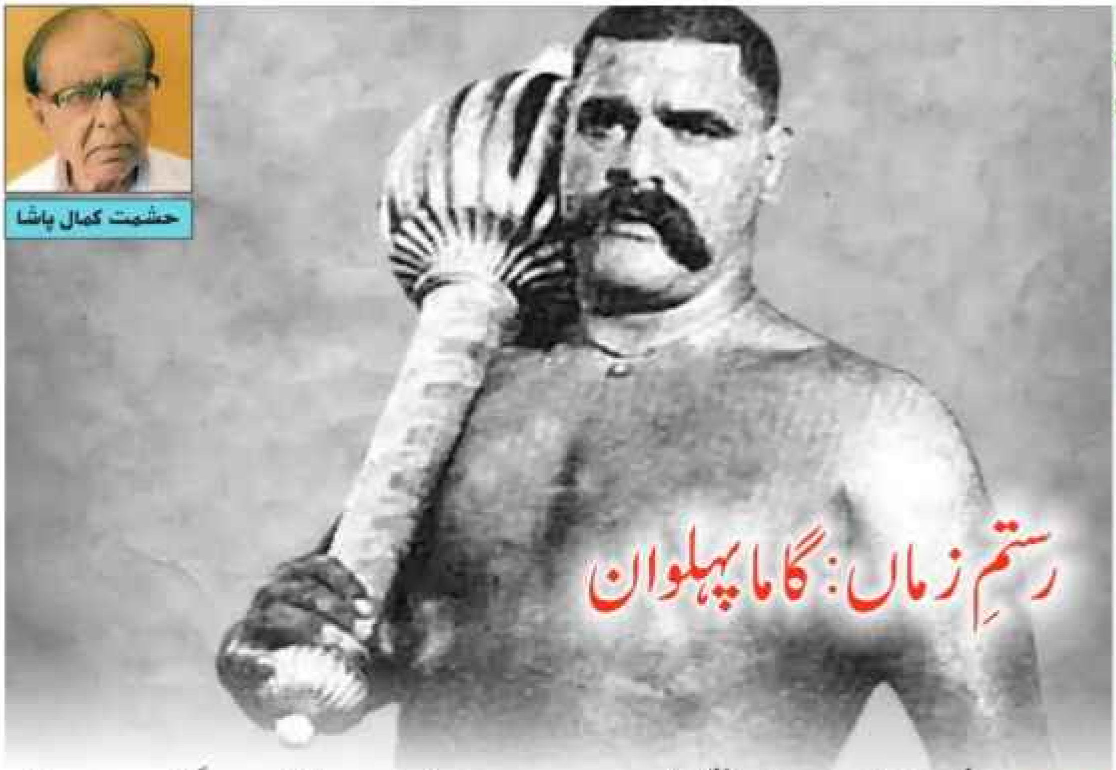

حشمت کمال پاشا

رستمِ زماں: گاما پہلوان

پہلوانی کا فن جتنا قدیم ہے، اتنا ہی عظیم بھی ہے۔ چونکہ پرانے زمانے میں پہلوانی برصغیر کا ایک قومی کھیل رہا ہے۔ اس لیے یہ کھیل قدیم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑا داؤ پیچ والا کھیل بھی تھا۔ گاما پہلوان نے اس فن کو انتہائی بلندی پر پہنچایا۔

رستم زماں گاما پہلوان کا اصل نام غلام محمد عرف گاما تھا۔ ان کی پیدائش پنجاب کے صوبہ مرتا میں 1880 میں ہوئی۔ ان کا گھرانا عظیم پہلوانوں کا گھرانا سمجھا جاتا تھا۔ یہ گھرانا مہاراجہ کشمیر گلاب سنگھ کے زمانے میں کشمیر چھوڑ کر پنجاب میں آباد ہوگیا تھا اور پھر اس خاندان والوں نے پنجاب کو اپنا مسکن بنالیا۔

گاما کے والد عزیز بخش ایک بہادر پہلوان تھے۔ پہلوان کے علاوہ، وہ ایک تاجر بھی تھے۔

گاما کی عمر چھ سال کی رہی ہوگی کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا، والد کے انتقال کے بعد ان کے نانا نون پہلوان نے ان کی پرورش اپنے ذمے لے لی، لیکن وہ بھی اچانک ایک حادثے کا شکار ہوگئے۔ خاندان والوں کے سامنے گاما کی پرورش کا مسئلہ آیا تو خاندان والوں نے کافی غوروخوض کے بعد گاما کو ان کے ماموں عیدہ پہلوان کے ذمے کردیا تاکہ ان کی دیکھ بھال اچھی طرح ہوسکے۔

اسی وقت ان کے ماموں عیدہ پہلوان نے سبھوں کے سامنے گاما کو اپنے سینے سے لگا کر عہد کیا کہ ''میں گاما کو ان شاء اللہ ایک بڑا پہلوان بناؤں گا۔''

سات سال کی عمر میں جب گاما نے فن پہلوانی میں قدم رکھا تو کھیل کود، سیر وتفریح کو اپنی زندگی سے دور کردیا۔ سچی لگن، سخت محنت اور ایمانداری کو اپنا شعار بنا

لیا۔ اس طرح فن پہلوانی کی ابتدائی برسوں میں اپنی جسمانی طاقت، داؤ پیچ اور فن پہلوانی کے دیگر رموز سیکھنے کے لیے سخت محنت کرنے لگا۔

تقریباً 20 سال کی عمر میں ہندوستان کے چپے چپے کے پہلوان گاما کی طاقت اور عظمت کا لوہا ماننے لگے۔ تیس برس کی عمر میں گاما نے اپنی منزل حاصل کر لی یعنی گاما 'رستم ہند' ہو گیا۔

گاما کی زندگی کے مشکل ترین لمحات وہ تھے جو گاما کو چھے رحیم کو گرانے میں پیش آئے تھے۔ مختلف وقفوں کے بعد تین کشتیاں ہوئیں، لیکن تینوں مرتبہ ہار جیت کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ دو دو، تین تین گھنٹے مسلسل ایک دوسرے سے جٹے رہتے تھے لیکن کوئی بھی پیچھے نہ ہٹتا تھا، نہ گرتا تھا، بالآخر گاما پہلوان نے چھے رحیم پہلوان کو ہرا دیا۔ کہتے ہیں کہ اُس وقت لندن دنیا کے بڑے بڑے پہلوانی مرکزوں میں سے ایک تھا۔ 1910 میں گاما لندن پہنچا جہاں اسی زمانے میں انگلینڈ میں پہلوانی ورلڈ چیمپین شپ ہونے والی تھی، جس میں جیتنے والے پہلوان کو 'جان بلیٹ' نامی سونے کی پٹی انعام میں دی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ دنیا کے تمام نامی گرامی پہلوان اس پٹی کو حاصل کرنے کے لیے انگلینڈ پہنچ رہے تھے۔ گاما نے بھی اس انعام کو حاصل کرنے کے لیے اپنا نام مقابلے میں لکھوایا، لیکن گاما کو ایک غلام ملک کا پہلوان جان کر ان بڑے پہلوانوں میں ان کا نام شامل نہیں کیا گیا۔ گرچہ گاما نے بڑی کوشش کی لیکن لندن میں منعقد ہونے والے عالمی کشتی ٹورنامنٹ میں گاما کو شرکت کی اجازت نہیں ملی۔ اس واقعہ سے بدظن ہو کر گاما نے لندن کے تمام اخبارات میں اعلان کروایا کہ ''میں دنیا کے تمام پہلوانوں کو پانچ منٹ میں شکست دوں گا۔ اگر پانچ منٹ میں شکست نہ دے سکا تو اپنی جانب سے اس پہلوان کو پچاس پونڈ انعام دے کر واپس اپنے وطن چلا جاؤں گا۔ چنانچہ گاما نے مجبوراً ایک ہال کرایہ پر لیا جہاں وہ روزانہ بارہ پہلوانوں سے کشتی لڑ کر اپنی آہنی قوت کا مظاہرہ کرتا تھا۔ اس نے کل 200 پہلوانوں کو ہرایا مگر گاما کا پچاس پونڈ کوئی پہلوان جیت نہ سکا۔ گاما کی مسلسل کامیابیوں سے یورپ کانپ اٹھا۔ غالباً گاما کے چیلنج کا مقصد یہ تھا کہ تمام دنیا جان جائے کہ ہندوستان کے پہلوان یورپ تو کیا اپنے فن پہلوانی اور شہ زوری میں تمام دنیا کے پہلوانوں سے بلند تر ہیں۔ اس کے بعد یورپ کے ایک مشہور 'اخبار ٹائمز' نے ایک کارٹون شائع کیا جس میں گاما اکھاڑے میں کھڑے ہیں اور اوپر لکھا ہے انڈین جٹ یعنی 'ہندوستانی جن' اور اکھاڑے کے ہر حصے میں دنیا بھر کے تمام ملکوں کے بڑے بڑے پہلوان گرے پڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر بڑے بڑے پہلوان جل گئے۔ آخر مجبور ہو کر یورپ والوں نے گاما پہلوان کا نام ان بڑے پہلوانوں میں شامل کر لیا۔

1910 میں گاما کے مقابلے میں امریکہ کا بہترین پہلوان 'رولر' (جو رستم امریکہ تھا) آیا۔ اس کشتی کا چشم دید ایک انگریز رابرٹ ویلزیوں لکھتا ہے۔ 8 اگست 1910 کو امریکہ کا پہلوان 'رولر' مقابلے میں آیا۔ رولر کا وزن 234 پونڈ تھا اور گاما کا وزن 200 پونڈ تھا۔ گاما کا قد اس کے مقابلے میں بہت چھوٹا تھا۔ کشتی دیکھنے والوں کا عام خیال تھا کہ یہ جوڑ مناسب نہیں ہے۔ گاما رولر کے سامنے بہت کمزور معلوم ہوتا تھا۔ گاما کشتی شروع ہونے سے پہلے

اپنی روایات کے مطابق بیٹھکیں لگانے لگا۔ یہ حرکت تماشائیوں کو بڑی عجیب لگی اور وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوگئے۔ عام شہریوں کا خیال یہی تھا کہ رستم امریکہ کے مقابلے میں گاما کیسے جیت سکتا ہے۔ کشتی شروع ہوئی تو پہلے منٹ میں گاما نے اس قوی ہیکل رولر کو اٹھا کر زمین پر پھینک دیا اور بڑے اعتماد سے ایک طرف کھڑا مسکراتا رہا اور تقریباً دس بار بڑی بے رحمی سے رولر کو زمین پر پھینکا، دوسرے راؤنڈ میں رولر نے خالی کشتی لڑنی چاہی۔ رولر نے گاما کے ٹخنے کو توڑنے کی کوشش کی۔ گاما نے رولر کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا اور دوسرے راؤنڈ کے پانچویں منٹ پر رستم امریکہ رولر کو چت کر دیا۔ اس کشتی میں رولر کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

ٹائمز لندن نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ گاما پہلوان زبسکو اور گوچ کو بھی پانچ منٹ میں گرا دے گا۔ اس تبصرے کو پڑھ کر یورپ کے تمام پہلوان گاما کے خوف سے سوئزرلینڈ کی پہاڑیوں میں جا چھپے، لیکن ایک زبسکو ایسا پہلوان تھا جو ڈر کر نہیں بھاگا۔ وہ کوئی معمولی پہلوان نہیں تھا۔ زبسکو پہلوان کا وزن دنیا کے تمام پہلوانوں سے زیادہ تھا۔ ایک مہینے بعد زبسکو پہلوان گاما پہلوان کے مقابلے میں آیا۔

زبسکو پہلوان نے اس کشتی کے بارے میں روس کے کھیلوں کے ایک رسالے میں لکھا کہ میں ستمبر 1910 میں لندن میں تھا اور امریکی پہلوان فرینک گوچ سے مقابلے کی تیاری کر رہا تھا۔ ان ہی دنوں ہندوستانی پہلوانوں کی ایک ٹیم انگلستان آئی اس ٹیم کی رہنمائی گاما پہلوان کر رہا تھا۔ گاما نے تمام یورپ کے پہلوانوں کو فری

اسٹائل کشتی لڑنے کا چیلنج دیا۔ میں نے چیلنج قبول کرلیا۔ پھر کشتی کے لیے سخت تیاریاں شروع کردیں۔

مجھے شاید ہی کبھی اپنے مدمقابل پہلوان کی طاقت سے ڈر لگا ہوگا۔ میرے شانوں کی چوڑائی معمولی آدمی کے کولھوں کے برابر تھی۔ گاما اتنے لمبے چوڑے جسم کا مالک نہیں تھا۔ لیکن اس کے بازو ایسے گول اور بھرے بھرے تھے، جیسے ان میں سیسہ بھرا ہو۔ مجھے اس بات کا احساس تھا کہ میرے مقابل ایک بے پناہ طاقت کا انسان کھڑا ہے جو گھنٹوں لڑ سکتا ہے۔ ریفری کی سیٹی سن کر ہم دونوں اکھاڑے میں آئے۔ مقابلہ شروع سے ہی سخت تھا۔ گاما نے اسی حالت میں مجھے تین مرتبہ پٹکا۔ میں بار بار اپنا توازن کھو بیٹھتا تھا، جیسے میری ٹانگ کے نیچے سے زمین کھسک گئی ہو۔ تیسری بار گرنے کے بعد میں نے ارادہ کرلیا کہ اب اٹھنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ میں چاہتا تھا کہ گاما اوپر سے زور لگائے۔ یہ کشتی بڑی زوردار تھی۔ گاما نے اپنے وزن اور جسم کی طاقت سے پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے حیرت انگیز کمال کر دکھایا۔ میں نے تختہ پلٹ کر اوپر آنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اس پہلوان کو نیچے نہ لا سکا۔ ایسا لگتا تھا کہ گاما کے ہاتھ پاؤں بے ہڈی کے ہیں۔ اس نے عجیب طریقے سے بغل پھانس لی اور پھر میری ہر کوشش بے کار ثابت ہوئی تو مقابل کو اوپر سے زور لگانے کا موقع دے دیا لیکن میں چوکنا رہا۔ اب گاما کی ہر گرفت کو شروع سے ہی توڑنے کا سلسلہ شروع کیا کیونکہ اگر میں گاما کی کسی بھی گرفت کو ذرا سا مضبوط ہونے دیتا تو مجھے سخت خطرہ مول لینا پڑتا۔ ایک گھنٹے کی کشتی کے بعد میں نے گاما کو غیر متوقع پہلو سے اس طرح پکڑ لیا کہ میں نے اسے گرا دیا۔ میں سمجھتا تھا کہ میں نے صاف گرایا ہے لیکن میرا خیال غلط تھا۔ پھر کسی مزید گرفت کے کشتی ہوتی رہی اور اندھیرا چھا جانے کی وجہ کشتی روک دی گئی۔ کشتی تقریباً تین گھنٹے ہوئی۔ میری پوری پیشہ ورانہ زندگی کی سب سے زیادہ سخت کشتی تھی۔ اس دن سے مجھے یقین ہوگیا کہ گاما اپنے خطاب رستم زماں کا واقعی حقدار ہے۔ پھر اعلان کیا گیا کہ یہ کشتی ایک ہفتہ بعد ہوگی۔

ایک ہفتہ بعد گاما اکھاڑے میں آیا۔ بار بار اعلان کے باوجود زبسکو پہلوان اپنی ماں کی بیماری کا بہانہ کرکے چلا گیا۔ اس کے بعد 'جان بل بیلٹ' نامی سونے کی پٹی گاما پہلوان کو دے دی گئی۔ اس طرح گاما پہلوان نے خطاب حاصل کرلیا۔

دنیا کے کسی بھی پہلوان میں گاما کا سامنا کرنے کی ہمت نہ تھی۔ یورپ والوں کو بہت دکھ تھا کہ ایک غلام ملک کا پہلوان جنھیں وہ حقارت سے کالے لوگ کہتے تھے، کشتی کے دنیا کا عظیم ترین اعزاز 'جان بل بیلٹ' نامی سونے کی پٹی لے کر اپنے وطن ہندوستان جا رہا تھا۔

مہاراجہ پٹیالہ نے زبسکو کو ہندوستان آنے اور گاما پہلوان سے کشتی لڑنے کی دعوت دی۔

1928 میں زبسکو پہلوان گاما سے کشتی لڑنے ہندوستان آگیا۔ یہ کشتی پٹیالہ ریاست میں ہوئی۔ گاما نے دو سیکنڈ میں زبسکو کو چت کردیا۔

■

Hashmat Kamal Pasha
B-119, Nawab Wajid Ali Shah Road
Post: Garden Road
Kolkata- 700024 (West Bengal)
Mob.: 9123998344

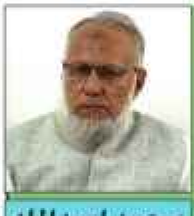

محمد اسداللہ

ایک لیموں کی کہانی

اس دن صبح سویرے میں گھر سے باہر نکلا تو شمیم صاحب سامنے کھڑے تھے۔ کہنے لگے، 'اسد صاحب آپ کے گھر کے سامنے ایک کہانی پڑی ہے، دیکھیے!' یہ سن کر میں چونک گیا، پھر انھوں نے زمین پر پڑی ہوئی جس چیز کی طرف اشارہ کیا اسے دیکھتے ہی کل رات پیش آئی ایک واردات یاد آ گئی اور ہم دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑے۔' اسد صاحب! اب لکھ ڈالیے ایک کہانی'، میں نے کہا: ضرور!

تو کہانی اس طرح شروع ہوتی ہے کہ اس نئی کالونی میں خالد ٹھیکیدار نے اپنا مکان بنوایا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب شہر کے اس باہری علاقے میں ایک بھی گھر نہیں تھا۔ خالد صاحب ٹھیکے پر مکانات بنوایا کرتے تھے، ان کے پاس روپے پیسے کی کمی نہ تھی، مکان بڑا اور عالیشان بن کر تیار ہوگیا۔ ایک دن انھوں نے اپنے ایک بے تکلف دوست سے پوچھا: 'اس گھر کے لیے کوئی اچھا سا نام بتائیے'۔ اس نے کہا: بہت آسان ہے 'خالد منزل' رکھ دو۔ خالد صاحب نے کہا، 'نہیں یہ نام کچھ پرانا سا لگتا ہے، ذرا ماڈرن ہونا چاہیے۔ میں نے دیکھا ہے۔ بڑے بڑے گھروں کے ناموں میں لفظ 'ولا' ہوا کرتا ہے۔ شاید یہ لاطینی زبان کا لفظ ہے اور گھر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، منزل کے بھی وہی معنی ہیں، ان کے دوست نے کہا، خالد صاحب!

عربی میں 'لاحول' کا مطلب ہوتا ہے آس پاس کوئی نہیں ہے۔ آپ کے گھر کے آس پاس بھی کچھ نہیں ہے، آپ اپنے گھر کا نام 'لاحول ولا' کیوں نہیں رکھ دیتے۔

یہ سن کر خالد صاحب نے برا سا منھ بنا کر کہا: لاحول ولا قوۃ، سب لوگ میرے گھر آ کر لاحول پڑھا کریں گے۔'

آخر انھوں نے اپنے گھر کا نام 'خالد ولا' رکھ دیا۔'

تقریباً دو تین برسوں کے دوران یہاں کئی مکانات بن چکے ہیں۔ ان کے گھر کے سامنے کلیم احمد صاحب نے اتنی ہی بڑی عمارت بنا ڈالی۔ دونوں مکانات کو دیکھیے تو ایسا لگتا ہے جیسے دو پہلوان ایک دوسرے کے سامنے خم ٹھوک کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں اور شمیم احمد صاحب ان دونوں کے قریب ترین پڑوسی ہیں۔ میرا مکان تو خالد صاحب کے گھر سے لگا ہوا ہے۔ جب کبھی خالد صاحب اور کلیم احمد میں ان بن ہو جاتی ہے تو ہم ہی بیچ بچاؤ کراتے ہیں اور مہینے میں ایک دو بار ہمیں یہ فرض ضرور ادا

کرنا پڑتا ہے۔ ابھی دو ہفتے پہلے کلیم صاحب کی پالتو بلی نے ایک موٹے سے چوہے کا شکار کیا، اسے لے کر خالد صاحب کے یہاں پہنچی اور ان کے آنگن کو ڈائننگ ہال بنا دیا۔ اس کے دو دن بعد خالد صاحب کی ملازمہ نے آنگن کی صفائی میں اتنا پانی بہایا کہ پانی کا ریلا سڑک پار کرکے کلیم صاحب کے گھر تک پہنچ گیا۔ ہر بار دونوں میں خوب لڑائی ہوئی۔

کلیم صاحب کو باغبانی کا بڑا شوق ہے، انھوں نے اپنے آنگن میں کئی قسم کے پیڑ پودے لگا رکھے ہیں۔ وہ روز صبح پودوں کو سیراب کرتے ہیں، آنگن میں اور دیواروں پر رکھے مٹی کے برتنوں میں دانہ پانی ڈالتے ہیں۔ اسی لیے قسم قسم کے پرندے ان کے گھر کے گرد منڈلاتے رہتے ہیں۔ ان کے گھر اور خالد ولا کے درمیان سڑک بہت کشادہ نہیں ہے۔ خالد صاحب کے گھر کے سامنے ان کی لمبی چوڑی کار کھڑی رہتی ہے۔ اس میں کوئی برائی نہیں مگر ٹھیکیدار صاحب اسے پارک کرنے میں اتنی لاپرواہی برتتے ہیں کہ راستہ جام ہو جاتا ہے۔ اسی بات پر دونوں میں تو تو میں میں ہوتی رہتی ہے۔ ایک دن کلیم صاحب نے انھیں چڑ کر کہہ دیا: 'جناب آپ نے کار خرید لی اور ڈرائیونگ سیکھ لی ہے تو اب کسی اچھے سے اسکول میں ایڈمیشن لے کر کار پارک کرنا بھی سیکھ لیجیے۔ سلیقہ دولت کے ساتھ نہیں آتا، اسے سیکھنا پڑتا ہے۔'

'کار میرے گھر کے سامنے ہی ہے، تم بہت زیادہ بول رہے ہو۔'

'میں تو بولوں گا ہی میرا نام کلیم ہے۔ آپ کار ٹھیک سے لگایا کیجیے۔'

یہ بحث دیر تک چلتی رہی۔ آخر پڑوسیوں نے سمجھا بجھا کر دونوں کو الگ کیا۔

خالد صاحب کو نہ جانے کیوں یہ محسوس ہوا کرتا تھا کہ دولت مند ہونے کی وجہ سے ان کے سارے پڑوسی ان سے جلتے ہیں، اس لیے وہ کسی کو بھی اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے اور کلیم صاحب تو انھیں ایک آنکھ نہ بھاتے تھے۔

ایک دن خالد صاحب علی الصبح گھر سے نکلے تو دیکھا کہ ان کی کار کے نیچے ایک بڑا سا لیمو پڑا ہے۔ ان کا ماتھا ٹھنکا کہ کہیں کوئی جادو ٹونا تو نہیں کر رہا ہے۔ انھوں نے لاحول پڑھ کر اس خیال کو دفع کرنے کی کوشش کی۔ پھر دو دن نہ گزرے ہوں گے تو دیکھا کہ ان کی کار کے پہیے کے نیچے ایک اور لیموں دبا پڑا ہے۔ اب تو ان سے رہا نہ گیا، چیخ چیخ کر سارا محلہ سر پر اٹھا لیا۔ ان کا شک کلیم صاحب پر تھا۔ جب انھوں نے اپنا شک ظاہر کیا تو اس لڑائی کی آگ میں گویا تیل پڑ گیا۔ خوب چیخ پکار ہونے لگی اور دوسرے پڑوسی بھی اس میں شامل ہو گئے۔ معاملہ کسی طرح ختم ہونے میں نہ آتا تھا کہ پڑوس کے ماسٹر امان اللہ صاحب بھیڑ کو چیرتے ہوئے آئے اور کہا: 'بھائیو! ذرا ٹھہرو، ٹھنڈے دماغ سے کام لو۔ دیکھیے خالد صاحب! آپ کو یہی شکایت ہے نا کہ کسی نے یہاں لیمو ڈال کر جادو ٹونا کرنے کی کوشش کی ہے؟'

'جی ہاں بالکل یہی بات ہے۔' خالد صاحب نے ہانپتے ہوئے کہا۔

'ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ لیموں کسی کی تھیلی سے گر گیا ہو اور یہ صرف آپ کا شک ہو؟' ماسٹر صاحب نے سمجھانے کی کوشش کی۔

پھر یہ لیموں دوسری بار میری کار کے نیچے کیا کر رہا ہے؟
'میں بتاتا ہوں۔' ماسٹر صاحب نے کلیم احمد کے آنگن کی دیوار سے اوپر نظر آتے ہوئے پیڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، 'وہ دیکھیے! کلیم صاحب کے آنگن میں پیڑوں کو دیکھیے!'
'میں کیوں دیکھوں، میں تو ان کے گھر کی طرف دیکھتا تک نہیں۔' خالد صاحب نے چڑ کر کہا۔
'بس یہی تو غلطی کرتے ہیں آپ۔'
'دیکھیے ان میں ایک پیڑ لیموں کا بھی ہے اور یہ لیموں وہیں سے ٹوٹ کر گرا ہے، جسے آپ جادو ٹونے سے جوڑ رہے ہیں۔ یہ اور پیڑ پر لگے ہوئے لیموں ایک ہی سائز کے ہیں۔'
'اوہ! اچھا یہ وہاں سے گرا ہے؟ ادھر تو میرا دھیان ہی نہیں گیا۔ پھر تو غلطی ہوگئی میں نے غلط سوچ لیا۔ بھائی مجھے معاف کر دو۔' خالد صاحب نے کہا۔
'غلطی صرف آپ کی نہیں، کلیم صاحب کی بھی ہے۔ پڑوسی ہونے کے ناطے انھیں چاہیے تھا کہ وہ اپنے اس پیڑ کے کچھ لیموں آپ کے گھر بھی بھجواتے تا کہ آپ کو پتہ چل جاتا کہ یہ جادو نہیں ہے۔'
'ہاں، بھائی یہ غلطی تو ہوئی ہے مجھ سے،' کلیم صاحب نے دھیرے سے کہا، 'آئندہ خیال رکھوں گا' اور اس کے بعد وہ جھگڑا ختم ہوگیا۔
سب لوگ اپنے اپنے گھروں کی طرف چل دیے۔

■

Mohd Asadullah
30, Gulsitan Colony
Near Panday, Amrai Lawn
Nagpur - 440013 (Maharashtra)
Mob.: 9579591149
Email.: zarnigar2006@gmail.com

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں 'بچوں کی دنیا' کا رکن سالانہ خریدار بننا چاہتا / چاہتی ہوں۔
100 روپے کا ڈرافٹ / منی آرڈر.............. بتاریخ..............
بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔
میں نے زرِ تعاون سالانہ -/100 روپے 9009201004532 IFSC: CNRB0019009، A/C:
میں جمع کروا دیا ہے۔
آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:
نام : ....
پتہ : ....
....
....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:
Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066
Email.: magazines@ncpul.in، فون: 011-26109746 فیکس: 011-26108159

دستخط

کہانی

سلیم خان

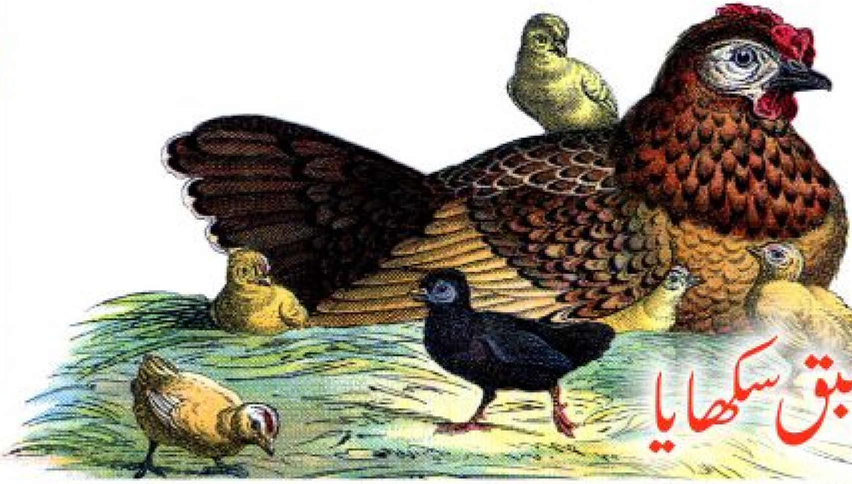

مرغی نے سبق سکھایا

رحمت خالہ کا مکان بستی سے دور کھیت کھلیانوں کے قریب تھا۔ وہاں آس پاس نیم، پیپل، املی وغیرہ کے لمبے گھنے درخت تھے۔ جن پر کئی طرح کے پرندوں کا بسیرا تھا۔ رحمت خالہ کی تھوڑی کھیتی باڑی تھی اور ان کے یہاں گائیں، بھینسیں اور بکریاں بھی تھیں مگر انھیں مرغیاں پالنے کا بڑا ہی شوق تھا۔ انھوں نے اپنے گھر کے کشادہ آنگن میں دو چار ڈربے بنا رکھے تھے۔ جو تیس چالیس مرغیوں کے لیے کافی تھے۔ اگر کسی وجہ سے مرغیوں کی تعداد کم ہو جاتی تو وہ انڈے جمع کر کے مرغی بٹھا دیا کرتیں۔ اس طرح ان کے صحن میں ہمیشہ مرغیوں کی چہل پہل رہا کرتی تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ مرغیوں کے وبائی مرض میں خالہ کی دس پندرہ مرغیاں مر گئی تھیں۔ اس بھرپائی کے لیے انھوں نے ہمیشہ کی طرح اکیس انڈے جمع کیے اور اپنی پہاڑی مرغی کو بٹھا دیا۔ ان انڈوں سے بیس بچے نکلے۔ مرغی اپنے ننھے منے، رنگ برنگے چوزوں کو کھاتے پیتے، بھاگتے دوڑتے دیکھ کر بہت خوش ہوتی۔ وہ ان کا بڑا خیال رکھتی اور انھیں زمین کُرید کُرید کر خوب کھلایا کرتی۔ مگر سامنے پیڑ پر رہنے والے کوّے اس کے بچوں کی جان کے دشمن بنے ہوئے تھے۔ نرم نرم ملائم چوزوں کو دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھر آتا۔ وہ ہمیشہ تاک میں رہا کرتے اور جب کوئی چوزہ پیچھے رہ جاتا یا اکیلا دکھائی دیتا۔ اسے فوراً اُچک لیا کرتے۔ چند ہی روز میں وہ مرغی کے چار پانچ چوزے کھا چکے تھے۔

مرغی اب بچوں کی سخت نگرانی کرنے لگی تھی۔ جب کبھی کوئی کوا گھر کی چھت پر آ بیٹھتا وہ شور مچا کر بچوں کو خطرے سے آگاہ کر دیتی اور اگر کوا جھپٹنے کی کوشش کرتا تو وہ دور تک پیچھا کر کے اسے بھگا دیتی۔ یوں تو کوے بڑے شاطر اور چالاک تھے۔ ان سے مرغی کا مقابلہ بہت مشکل تھا، لیکن ماں ماں ہوتی ہے۔ انسان کی ماں ہو یا کسی حیوان کی۔ وہ اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگا کر ہر آفت کا سامنا کر سکتی تھی۔ مرغی اپنے بچوں کی جان بچا کر کئی بار کوّوں کے دانت کھٹے کر چکی تھی۔ مگر کبھی کبھی ذرا سی غفلت سے بچے کووں کی چالاکی کا شکار ہو جاتے تھے۔

کووں کی یہ دشمنی نسل در نسل چلی آ رہی تھی۔ ان کے باپ دادا بھی اپنے زمانے کی مرغیوں کے کئی چوزے کھا

چکے تھے۔ یہ بات مرغی نے بچپن میں اپنی نانی سے سن رکھی تھی۔ اس نے سوچا آخر یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا۔ کب تک ہم خوف وہراس کی زندگی جئیں گے۔ کب تک ہمارے بچے ان ظالم کوّوں کی خوراک بنتے رہیں گے۔ اب مرغی کے صبر کا پیمانہ بھر چکا تھا۔ اپنے بچوں کو کوّوں کے پنجوں میں تڑپتا دیکھ کر اس کی روح زخمی ہوگئی تھی اور وہ جب بھی کسی کوے کو دیکھتی اس کی آنکھوں میں خون اُتر آتا۔

ہر چند کہ کووں کی پرواز مرغی کی اڑان سے بہت اونچی اور تیز تھی پھر بھی مرغی بڑی حد تک ان کا پیچھا کیا کرتی تھی۔ پچھلے دنوں ایک کوے پر جھپٹ کر وہ اپنے بچے کو چھڑانے میں کامیاب ہوگئی تھی اور اس کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ ایسے واقعات اور نظارے دیکھ کر اس کے بچے بھی کافی ہوشیار ہوگئے تھے۔

اب بچوں کے بال و پَر نکل آئے تھے۔ ان میں اپنی ماں کی ہمت آگئی تھی اور وہ کووں سے اپنا بچاؤ بھی کرنے لگے تھے، لیکن کوے اپنی عادت کے مطابق موقع بہ موقع حملے کرتے ہی رہتے تھے۔ مگر اب مرغی اپنے بچوں کی ہلاکت نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس نے دل میں ٹھان لیا تھا کہ کوئی کوا اس کے ہاتھ آجائے تو وہ ان ظالم کووں کو ایسا سبق سکھائے گی کہ ان کی سات پشتیں یاد رکھیں گی۔

ایک روز، پیٹ بھر جانے پر چوزے اپنے ڈربے کے پاس مستی میں خوب اچھل کود کر رہے تھے۔ ان کی حفاظت کے لیے مرغی نے نظریں گھما کر اطراف کا جائزہ لیا اور اسے پیڑ پر پتوں کی اوٹ میں چھپا کوا نظر آ گیا۔ مرغی کوے کی گوریلا چال سمجھ گئی۔ وہ فوراً ڈربے کی آڑ میں چھپ گئی اور دل میں پکا ارادہ کرلیا کہ آج وہ پوری قوت سے اڑان بھر کے کوے پر زبردست حملہ کرے گی۔

اس کوے نے ہمیشہ کی طرح موقع پا کر بچوں پر جھپٹا مارا۔ بچے تیزی سے اِدھر اُدھر چھپ گئے۔ مرغی نے فوراً اُڑان بھری اور کوے پر پیچھے سے حملہ کردیا۔ مرغی کے اس اچانک حملے سے کوا بوکھلا گیا اور سامنے کھڑی چارپائی سے ٹکرا کر پیٹھ کے بل گر گیا۔ اس کے زمین پر گرتے ہی مرغی اس کے پروں پر پنجے رکھ کر دیوانہ وار ٹوٹ پڑی۔ اس نے کوے کو نہ تو اُٹھنے کا موقع دیا اور نہ ہی اڑنے کا۔ مرغی اس کے منہ پر مسلسل ٹھونگیں مارتی چلی گئی۔ کوے کا منہ اور آنکھیں لہولہان ہوگئیں۔ اس نے مرغی کے چنگل سے نکلنے کی بہت کوشش کی مگر مرغی نے اسے بالکل نہیں چھوڑا اور نوچ نوچ کر اس کا کام تمام کردیا۔

مرغی کا یہ گھمسان دیکھ کر ماحول میں سناٹا چھا گیا تھا۔ دوسرے کوے بھی خوف زدہ ہوگئے تھے اور بچے بھی اپنی ماں اور کوے کی جنگ دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے۔ یہ شور سن کر جب رحمت خالہ گھر سے باہر آئیں تو انھیں آنگن میں مرا ہوا کوا دکھائی دیا۔ کوے کی دُرگت اور مرغی کے تیور دیکھ کر وہ سارا ماجرا سمجھ گئیں اور اپنی مرغی کو سر اُٹھائے فاتحانہ انداز میں چوزوں کے درمیان کھڑی دیکھ کر ان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس واقعے کے بعد پھر کبھی کسی کوے نے مرغی کے چوزوں پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں کی۔!!

■

Saleem Khan
Millat Nagar ,Faizpur
Distt, Jalgaon-425503 (Maharashtra)
Mob.: 9730573897

کہانی

شہاب افسر خان

زینا اور زارا

''ممی یہ زارا کہاں سے آگئی ہے؟ جب سے یہ گھر آئی ہے آپ نے مجھے نظر انداز کرنا شروع کر دیا ہے۔'' زینا نے اپنی امی سے شکایت کی۔

''زینا یہ تمھاری چھوٹی بہن ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ہمارے گھر میں روانہ کردہ تحفہ ہے! دس سال بعد ہمارے گھر میں چھوٹے بچے کی کلکاری گونجی ہے۔ زارا سے پہلے تو یہاں تمھارا ہی راج تھا۔ تم اکیلی تھی اور سب ہی کے لیے کشش کا مرکز تھی! کیونکہ تم گھر میں سب سے چھوٹی تھی'' زینا کی امی نے بڑے پیار سے اسے سمجھایا۔

''ممی پر یہ کیوں آئی ہے؟'' زینا نے ناراض ہوتے ہوئے اپنی امی سے پھر سوال کیا:

''زینا تم ہمارے گھر میں اکیلی بیٹی تھی۔ تمھیں کسی ساتھی اور سہیلی کی ضرورت تھی۔ اس لیے زارا آئی ہے۔ یہ نہ صرف تمھاری بہن ہے بلکہ سہیلی بھی ہے۔'' زینا نے سر ہلا کر اپنی امی کی بات مانی اور زارا کا لاڈ کرنے لگی۔

ایک روز زینا کے نانا ابو گھر آئے اور زارا کو گود میں لے کر اس سے باتیں کرنے لگے۔ زینا کو بہت برا محسوس ہوا۔ وہ بڑبڑانے لگی اور نانا ابو سے شکایت کی۔

''نانا ابو گھر آتے ہی مجھے پوچھا کرتے تھے۔ مجھے گود میں اٹھا لیتے تھے۔ مجھے پیار کرتے تھے۔ مجھے گھمانے باہر لے جایا کرتے تھے اور آج نانا ابو نے زارا کو اٹھا لیا۔ اس سے پیار کیا اور مجھے نظر انداز کر دیا'' نانا ابو بولے۔

''زینا میری پیاری ننھی گڑیا! ہماری محبت تمھارے لیے کم نہیں ہوئی ہے بلکہ بڑھ گئی ہے۔ اب تو تم 'آپی' بن گئی ہو۔ اب تو تمھاری ذمے داریاں بھی بڑھ گئی ہیں۔ تمھیں اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی ننھی منی بہن کا بھی خیال رکھنا ہے۔''

زارا اپنی بھولی بھالی حرکتوں سے گھر والوں کا دل لبھاتی تھی۔ کبھی اس کے منہ سے ''ہاں، ہوں'' نکل جاتا تو کبھی ''اللہ'' تو کبھی ''اماں'' نکل جاتا تھا۔ اور جب اسے

بھوک لگی ہوتی تو روتے ہوئے ''اواں اواں'' کر کے سارے گھر کو سر پر اٹھا لیتی تھی۔

آہستہ آہستہ زینا کے دل میں اپنی چھوٹی بہن کی محبت پیدا ہو رہی تھی اور وہ اسکول سے آتے ہی سیدھے زارا کے کمرے میں جا کر اس کو پیار کرتی اور اس سے باتیں کرتی تھی۔ زارا معصومیت سے اسے دیکھتی تھی۔ کبھی وہ زینا کو دیکھ کر مسکرا دیتی تھی تو زینا بہت خوش ہوتی تھی اور اپنی امی سے کہتی:

''ممی دیکھیے زارا مجھے دیکھ کر مسکرا رہی ہے۔''

''ہاں بیٹی اب وہ تمھاری دوست بن رہی ہے۔''

زینا جب بھی مارکیٹ جاتی تو اپنی چھوٹی بہن کے لیے چھوٹے چھوٹے کھلونے خرید لاتی۔ اس کے لیے ننھے منے دستانے اور پاتابے خرید لاتی تھی۔ وہ زارا سے باتیں کرتے ہوئے کہتی:

''میں تم سے نفرت کرتی ہوں کیونکہ تم نے مجھ سے سب کو چھین لیا ہے، ممی ڈیڈی کا پیار، ان کا ساتھ'' تو کبھی اس پر محبت نچھاور کرتے ہوئے کہتی:

''زارا تم بہت پیاری ہو۔ میں تمھارا پیارا چہرہ پورا دن دیکھ سکتی ہوں۔ میں تمھارے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔'' وہ جب اسکول کے لیے تیار ہو کر جاتی تو زارا کا پیار لینا نہیں بھولتی تھی۔ وہ زارا کو سنبھالنے کے لیے اسے گڑیا کی طرح اٹھا لیتی۔ زارا بھی اپنی معصوم سی گردن ڈگ ڈگ کرتے ہوئے اپنی آپی کو دیکھتی تھی۔ کبھی ہنس دیتی تو کبھی رو دیتی تھی۔

زارا آہستہ آہستہ بڑی ہو رہی تھی۔ اس نے اب کروٹ لینا شروع کیا تھا اور پیٹ کے بل الٹی ہو کر آوازیں کرتی اور ہاتھ پیر چلاتی تھی۔ وہ اگر سیدھا لیٹے لیٹے ہاتھ پیر چلاتی تو گھر والے کہتے سائیکل چلا رہی ہے۔ اگر اوندھے منہ ہاتھ پیر چلاتی تو کہتے کہ وہ تیر رہی ہے۔

ادھر زینا کے دادا اور دادی خوش تھے کہ گھر میں دوسری بیٹی آئی ہے۔ حدیث ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو صحیح طریقے سے پال پوس کر بڑا کرے، اس کی تعلیم و تربیت کرے اور اس کا گھر بسائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا کرتا ہے۔ یہاں تو دو دو بیٹیاں تھیں۔ بہو اور بیٹے دونوں کو جنت حاصل کرنے کا موقع ملا تھا۔ وہ دونوں بچیوں کو لاڈ و پیار کرتے اور ان کے درخشاں مستقبل کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ زینا ان سے بھی زارا کی شکایت کرتی تھی۔

''دادو اور دادی امی! آپ کو بھی اب زارا پیاری ہو گئی ہے؟ آپ نے اپنی زینا کو بھلا دیا ہے۔'' وہ زینا کو نصیحت کرتے کہ:

''گھر میں جب بھی چھوٹا بچہ آتا ہے فطرتاً سب اس کی جانب راغب ہو جاتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے بچوں سے محبت نہیں کرتے۔ لیکن یہ بات بھی صحیح ہے کہ سب کی توجہ کا مرکز چھوٹا بچہ بن جاتا ہے۔ اب دیکھو نا کہ تم بھی زارا کو چاہنے لگی ہو۔ اسے سنبھالتی ہو اور اس کا خیال رکھتی ہو!'' زینا نے شرارتی مسکراہٹ سے اپنے دادا کو دیکھا اور اپنے کھیل میں مصروف ہو گئی۔

زینا اور زارا دونوں بڑی ہو رہی تھیں۔ لیکن زینا پر نفسیاتی اثر ہو رہا تھا، پھر بھی وہ اپنی چھوٹی بہن کو خوش رکھنا چاہتی تھی۔ وہ اس سے خوب باتیں کرتی تھی اور زارا بھی اسے دیکھ کر مسکراتی اور زینا کی باتوں کا جواب بچوں والی

زبان میں دیتی تھی۔ زینا کو یاد ہے کہ اسے چلنا اس کے نانا ابو نے سکھایا تھا۔اسی طرح اس نے بھی زارا کو پلٹنے میں،اس کے بعد رینگنے اوراٹھ کھڑے ہونے میں مدد کی۔ زینا نے اسے واکر (Walker) کی مدد سے چلنا سکھایا تھا۔ زینا کو مذہبی تعلیم شروع میں ایک استانی ماں کے گھر جا کر سیکھنی پڑی لیکن کووڈ 19 کے دوران آن لائن عربی تعلیم سیکھنے میں اسے مشکل پیش آرہی تھی۔ وہ بہانہ کر کے آن لائن مذہبی تعلیم سیکھنے میں آنا کانی کرنے لگی تھی۔ اس کی امی نے اس کے لیے اپنی نوکری کی قربانی دی اور گھر ہی میں اسے مذہبی تعلیم دی۔ نانا ابو نے اس کی یوم پیدائش پر اسے جو پیسے دیے تھے۔ اس سے زینا نے اپنے لیے حجاب خریدا جسے دیکھ کی اس کی امی بہت خوش ہوئیں۔

زینا بڑی ہورہی تھی اوراپنے دور بلوغت میں داخل ہورہی تھی۔ ادھر زارا اپنے بچپن کے مختلف ادوار سے گزر رہی تھی۔ اسے اب زارا کا ساتھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ اس کے بغیر اپنے دوستوں میں رہنا چاہتی تھی اور اسے اب زارا کباب میں ہڈی لگ رہی تھی۔ وہ زینا کی ساری باتیں اپنی امی کو سناتی تھی جس کی وجہ سے بعض اوقات زینا کو اپنی امی کی ڈانٹ سننی پڑتی تھی۔ اب زینا زارا سے خفا رہنے لگی تھی اور زارا کو بھی زینا کا برتاؤ مشفقانہ نہیں لگ رہا تھا۔ وہ ''آپی'' جو اس پر جان چھڑکتی تھی، اسے اپنا دشمن سمجھنے لگی تھی۔ زینا کے اس عجیب برتاؤ کی وجہ سے گھر والے بھی پریشان تھے خاص طور پر امی!

وہ اکثر اپنی سہیلیوں سے اپنے آئی پیڈ پر باتیں کرتی رہتی تھی۔ سہلیاں آپس میں کمپیوٹر گیمز کھیلنے میں مصروف رہتیں۔ ہاہا ہو ہوتا اور بے چاری زارا اپنی بہن کی صورت کو ہی دیکھا کرتی تھی۔ وہ اپنے والدین سے شکایت کرتی:

''ممی! آج کل آپی مجھے ہوم ورک نہیں کرواتی ہے۔ وہ اپنے سہیلیوں سے گھنٹوں باتیں کرتی ہے! مجھ سے وہ اب کھیلتی بھی نہیں ہے!''

زینا کی اصلاح کے لیے زینا کے والدین نے ایک طریقہ نکالا۔ انھوں نے چھوٹی زارا کو دادا اور دادی کے گھر بھیج دیا۔ جب زینا گھر واپس آئی تو اسے زارا نظر نہیں آئی۔ اس نے زارا کو آواز لگائی!

''زارا! کہاں ہو بے بی! نظر نہیں آرہی ہو! چلو آجاؤ! میں تمھارے لیے کچھ لائی ہوں! باہر آجاؤ تو بتاؤں گی'' زارا کہاں سے آواز دیتی! وہ تو گھر میں تھی ہی نہیں! اس نے امی سے پوچھا:

''ممی ! زارا کہاں ہے؟ وہ آواز نہیں دے رہی ہے؟'' امی نے اس سے کہا:

''ہم نے اسے ہاسٹل میں شریک کروادیا ہے۔ تمھیں وہ کھٹک رہی تھی نا! اس لیے تمھارے ڈیڈی اور میں نے اسے آج ہی ہاسٹل میں شریک کروادیا ہے۔ اب رہو خوش اکیلی اس گھر میں۔'' زینا کو جیسے دھکا سا لگا۔

''نہیں امی وہ تو میری جان ہے! میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ امی چلیے اس ہاسٹل سے لے آتے ہیں!'' زینا یہ فیصلہ میں نے اور آپ کے ابو نے سوچ سمجھ کر ہی لیا ہے۔ اب انھیں گھر آجانے دو اور اپنے والد کو مطمئن کر و تو شاید زارا کو گھر واپس لے آئیں۔'' وہ ابو کا انتظار کرنے لگی۔ اس نے اس سے پہلے اپنے ابو کا اتنی شدت سے انتظار نہیں کیا تھا۔ شام ہوتے ہوتے ابو گھر واپس آئے۔

''ابو! میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ کہاں رہ گئے تھے آپ؟ ابو آپ نے زارا کو کیوں ہاسٹل میں شریک کروایا؟ میں اس کے بغیر کیسے رہوں گی۔ چلیے ہاسٹل چلیے! ابھی چلیے ہم زارا کو واپس لے آئیں گے۔''

ابو بھی کم اداکار نہیں تھے انھوں نے کہا:

''اتنی جلدی کیا ہے؟ یوں بھی تو تم زارا سے چڑنے لگی تھی۔ اب اکیلی رہو گھر میں۔ زارا بھی تمھارے برتاو سے خوش نہیں تھی۔ سوچیں گے! آپ کی امی سے مشورہ کریں گے۔ اس کے بعد کوئی فیصلہ ہوگا'' اب زینا رونے لگی:

''نہیں ابو! اب میں کبھی اس سے ناراض نہیں ہوں گی۔ اب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے۔ وہ میرے لیے کتنی انمول ہے، مجھے اب معلوم پڑا ہے۔ امی اور ابو پلیز زارا کو لے آیئے! وہ چھوٹی ہے، معصوم ہے۔ وہ اکیلے ہاسٹل میں کیسے رہے گی؟ مجھے معاف کردیجیے۔ اب میں اسے اپنے گلے سے لگا کر رکھوں گی۔ میری پیاری زارا'' اتنے میں ڈوربیل بجی:

''ڈنگ! ڈانگ'' ابو نے زینا سے کہا دیکھو تو کون آیا ہے؟ زینا نے دروازہ کھولا اور خوشی سے چیخ پڑی۔

''ابو! زارا آئی ہے۔ دادو اور دادامی اسے لے آئے ہیں!'' وہ زارا سے لپٹ پڑی اور اسے خوب پیار کیا۔

ابو، امی، دادا اور دادی امی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے کیونکہ انھوں نے اپنی اداکاری سے زینا کی اصلاح کی تھی۔

■

Dr. Shahab Afsar Khan
Afsar Manzil, 4-11-43/766,
Roshan Gatem Azam Colony,
Aurangabad - 431001 (Maharashtra)
Mob.: 7387031778
Email.: shafsar@gmail.com

کہانی

چاند میں پریاں رہتی ہیں

مبین نذیر

صدیقہ! بس کرو۔ رکھ دو اب بستہ۔ جب سے نیا بستہ لائی ہو، اس کی پری تمھارے ذہن پر سوار ہے۔ مجھے معلوم ہوتا تو تمھیں ہرگز لینے نہ دیتی۔

''جی امی! آرہی ہوں۔'' صدیقہ نے کہا۔

''کل تمھارا یونٹ ٹیسٹ ہے نا؟''

''جی امی جی!''

''بتاؤ اس کی کیا تیاری کی ہے؟'' صدیقہ کے آنے پر انھوں نے پوچھا۔

امی وہ... میرے بستے کی پری۔

میں تو دیکھ ہی رہی ہوں، ہر وقت پری پری پری، پری... اب بس بھی کرو، ورنہ میں یہ بستہ واپس کروادوں گی، تمھارے ابو سے کہہ کر۔

''نہیں امی نہیں! میں جب بھی اس نئے بستے کو دیکھتی ہوں، مجھے وہ نظم یاد آجاتی ہے جو میں نے بچپن میں پڑھی تھی۔ جسے زینب اکثر گنگناتی رہتی ہے۔'' صدیقہ نے امی کا دھیان اپنی چھوٹی بہن زینب کی طرف موڑنے کی کوشش کی۔ جو موبائل دیکھ رہی تھی۔

''کون سی نظم؟''

''امّی باجی کہتی ہیں چاند میں پریاں رہتی ہیں۔ کیا امی واقعی چاند میں پریاں رہتی ہیں؟''

نہیں۔ چاند میں نہیں۔ البتہ تمھارے بستے میں ضرور رہتی ہیں۔ جو تم ہر وقت ان سے باتیں کرتی رہتی ہو۔ کیا دکھائی دیتا ہے تمھیں، بستے پر بنی ہوئی اس پری میں؟ اور یہ نئے بستے پر کیا لکھا ہے تم نے؟

''پری کا نام لکھا ہے امی جی!'' صدیقہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا! تمھیں پری کا نام بھی معلوم ہوگیا۔''

''نہیں امی۔ میں نے نام رکھا ہے اس کا۔''

''کیا نام رکھا ہے؟''

''ماہِ نور''

واہ بھئی! نام تو بڑا پیارا اور بامعنی ہے۔ تھینک یو موم! امی ایک بات بتاؤں؟ ایک نہیں دس بتاؤ۔ لیکن پری کو

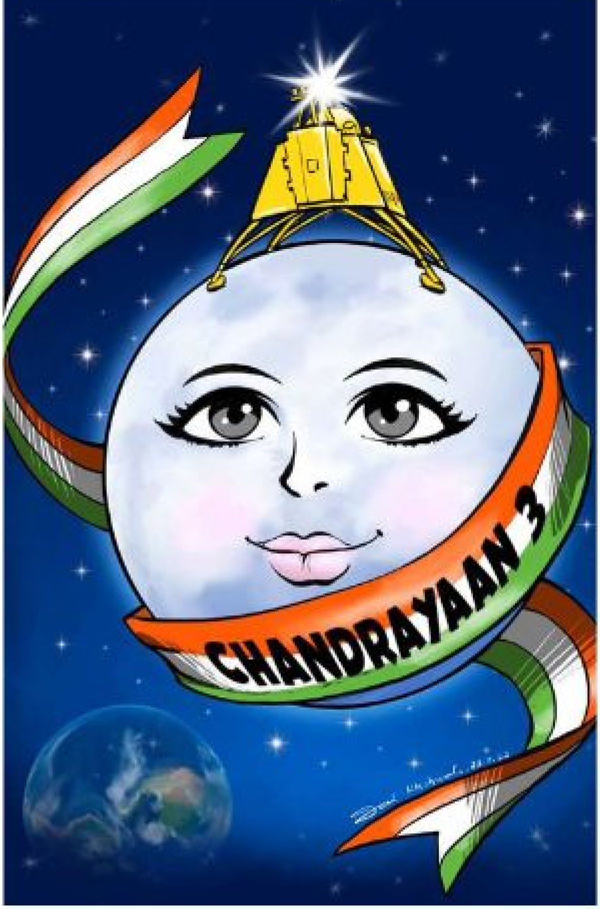

چھوڑ کر۔

مجھے تو پری کے متعلق ہی بات کرنی ہے۔

چلو ٹیسٹ کی تیاری کرو مجھے کچھ نہیں سننا۔ چلو اٹھو اپنے کمرے میں جاؤ۔

امی سینئے تو سہی! جب سے میں یہ بستہ لائی ہوں۔ اس دن سے یہ پری میرے خوابوں میں آرہی ہے۔ ماہ نور مجھ سے ڈھیر ساری باتیں کرتی ہے۔ مجھے باغ، چشمے، جھیل اور پہاڑوں اور وادیوں کی سیر کراتی ہے۔ کبھی مجھے بادلوں کے پار لے جاتی ہے۔ کبھی تاروں کے پاس، تو کبھی چاند کے قریب۔ امی ! جب میں اوپر کی جانب اڑتی ہوں پری کے ساتھ، تو مجھے بہت مزہ آتا ہے لیکن جب نیچے اترتی ہوں تو میرے پیٹ میں گدگدی ہونے لگتی ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ اگر کبھی نیچے دیکھوں تو چیخ نکل جاتی ہے۔ امی نے جاتے ہوئے کہا، میں باورچی خانے میں جا رہی ہوں۔ ابھی کھانا بنانا ہے۔ کپڑے دھونے ہیں۔ کمروں کی صفائی کرنی ہے۔ دو دن بعد نل میں پانی آنے والا ہے۔ تم اپنے خواب اور پری اپنے پاس ہی رکھو۔

امی سینئے نا! صدیقہ ضد کر رہی تھی۔ جب بھی میں ماہ نور سے سوال کرتی ہوں کہ کیا واقعی تم چاند پر رہتی ہو؟ تو وہ کوئی جواب نہیں دیتی بلکہ مسکرا کر رہ جاتی ہے اور جب زیادہ ضد کرتی ہوں تو وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ کل پھر ماہ نور میرے خواب میں آئی تھی۔ مجھے مبارک باد دینے کے لیے۔

کس بات کی مبارک باد؟ کچھ بھی اوٹ پٹانگ باتیں مت کرو بیٹا!

امی! میرا یقین کریں۔ اس نے چندریان 3 کے چاند کے جنوبی حصے میں کامیابی سے اترنے پر مجھے مبارک باد دی۔ میں نے پوچھا کہ تم کو چندریان 3 کا علم کیسے ہوا تو وہ پھر مسکرانے لگی۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر تم چندریان کے متعلق کچھ جانتی ہو تو بتاؤ۔ صرف مبارکباد سے کام نہیں چلے گا۔ تو ماہ نور نے مجھے بتایا کہ یہ انڈیا کا تیسرا چاند مشن ہے۔ اس سے پہلے 22/اکتوبر 2008 کو پہلا چندریان مشن کامیابی کے ساتھ مکمل ہوا تھا۔ اس کے بعد 22 جولائی 2019 کو چندریان 2 کو چاند پر بھیجا گیا تھا لیکن یہ

مشن کامیاب نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد چندریان 3 کو آندھراپردیش کے سری ہری کوٹا میں واقع سٹیش دھون اسپیس سینٹر سے 14 جولائی 2023 کو دوپہر دو بجے کر پینتیس منٹ پر لانچ کیا گیا تھا جو 23 اگست 2023 کو شام چھ بج کر چار منٹ پر چاند کی سطح پر پہنچا۔

لیکن تم کو یہ سب کیسے معلوم ہوا؟ میں نے ماہ نور سے پوچھا۔

''واقعی تم انسان لوگ بڑے جلد باز ہوتے ہو۔'' ماہ نور بول پڑی۔ ذرا بھی صبر نہیں کرتے۔ میری بات تو مکمل ہونے دو۔'' میں جارہی ہوں واپس اپنے دیش۔''

اچھا بابا معاف کردو۔ آگے بتاؤ۔ میں نے کہا۔

پھر کیا ہوا؟ اس کی امی کو بھی اس قصے میں دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔

پھر ماہ نور نے چندریان 3 کے کام بتائے کہ وہ چاند پر کیا کیا کام کرے گا۔

کیا کام کرے گا؟ امی کام چھوڑ کر مکمل طور پر صدیقہ کی جانب متوجہ ہوچکی تھیں۔

چندریان 3 کا اہم کام چاند پر پانی کی تلاش اور اس کا نقشہ تیار کرنا ہے۔ اور اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ چاند کی مٹی، اس کی سطح، وہاں کے ماحول اور ماحولیاتی تبدیلیوں کی جانکاری بھی دے گا۔ چاند پر ہونے والی تبدیلیوں کے زمین پر اثرات کا بھی مطالعہ کرے گا۔

ارے واہ! تمھاری پری تو بڑی علامہ معلوم ہوتی ہے۔

امی ماہ نور نے مجھے ایک سائنسدان کا نام بھی بتایا تھا جسے میں بھول گئی ہوں۔

میں بتادوں نام؟

آپ کو کیسے پتہ؟

کیونکہ میں بھی جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھتی ہوں اور ایک پری میرے خوابوں میں بھی آتی ہے۔ اس پری کا نام ہے صدیقہ!! امی مسکرائیں اور صدیقہ جھینپ سی گئی۔

اچھا سائنسدان کا نام بتایئے نا امی! اس نے امی کی گردن میں بانہیں ڈال دی۔

انڈین اسپیس ریسرچ آرگنائزیشن یعنی اسرو کے فاؤنڈر اور انڈیا کے خلائی مشن کے بانی وکرم سارا بھائی۔ ان کا نام ہے۔ ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے بھارت سرکار نے انھیں پدم بھوشن اور پدم وبھوشن کے اعزازات سے نوازا ہے۔

ہاں ہاں! یہی نام بتایا تھا امی۔ لیکن آپ کو کیسے پتہ؟

بتایا نہ کہ مجھے بھی ایک پری نے بتایا ہے۔

بتایئے نا امی پلیز!

بیٹا! جب تم موبائل پر گھنٹوں ویڈیوز دیکھا کرتی تھیں تو مجھے نام یاد ہوگیا۔

اوہو! اب سمجھ میں آیا۔ صدیقہ چہکی۔

صدیقہ! تمھیں علم ہے کہ چندریان کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ کسی بھی چینل نے یہ بات نہیں بتائی۔

آپ ہی بتادیں امی جان!

چندریان ہندی زبان کا ایک مرکب لفظ ہے۔ جو چندر اور یان سے مل کر بنا ہے۔ چندر کا مطلب ہوتا ہے چاند اور یان یعنی سواری۔

مطلب چاند کی سواری! ہے نا۔ صدیقہ نے لقمہ دیا۔

ہاں! چاند کی سواری یا چاند پر جانے والی سواری۔

بالکل امی کسی بھی یوٹیوب چینل پر یہ بات نہیں بتائی گئی۔

بیٹا ہر بات واٹس ایپ اور موبائل پر نہیں دستیاب

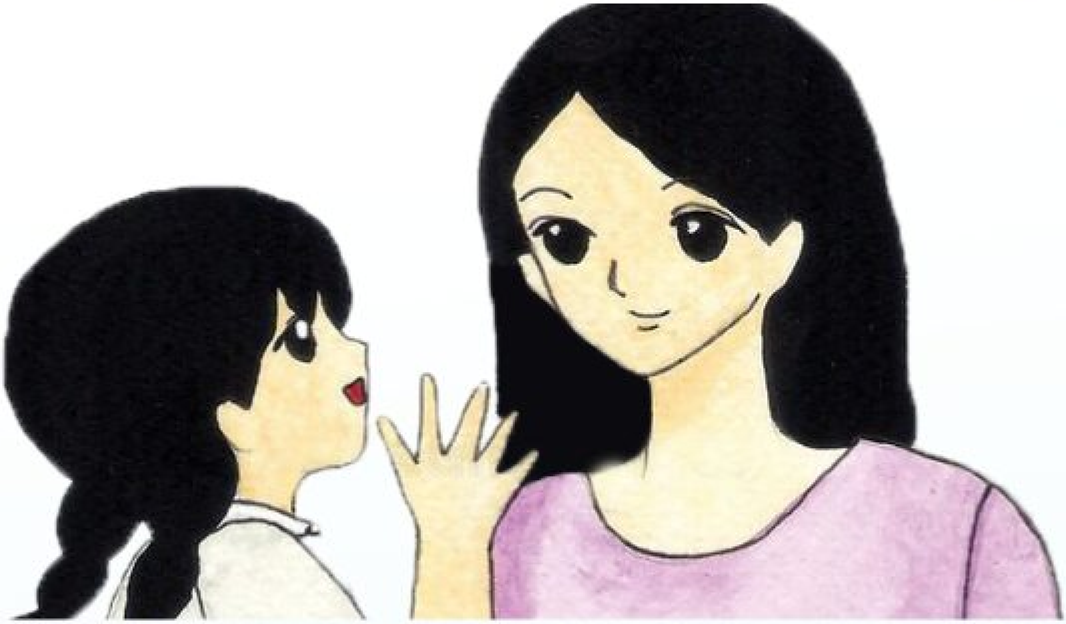

ہوتی اور اس کی ہر بات درست ہو، یہ بھی ضروری نہیں۔

اگر تمھیں درست اور مستند معلومات چاہیے تو اس کے لیے کتابوں کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ چلو بتاؤ چندریان 3 کے بعد انڈیا کا چاند کے متعلق اگلا مشن کیا ہے؟

مجھے نہیں پتہ امی۔

اس لیے نہیں پتہ کہ کسی چینل پر نہیں بتایا گیا۔ ہے نا۔

ہاں امی۔ شاید چینل والوں کو بھی معلوم نہ ہو۔

یہ لو، کتاب پڑھو۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ہمارا ملک آئندہ چند برسوں میں جاپان کے اشتراک سے چندریان 4 بھی لانچ کرے گا۔ ارے واہ! یہ تو بڑی مزے کی بات بتائی ہے امی آپ نے!

میری بچی ایک اور راز کی بات بتاؤں؟

جی امی ضرور بتائیں۔ اتنی ساری باتیں جاننے کے بعد صدیقہ مسرور تھی۔

بیٹا! یہ پری اور خواب بھی یوٹیوب کا ہی کمال ہے۔

وہ کیسے؟ صدیقہ کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

تم دن بھر چندریان کے متعلق ویڈیوز دیکھتی رہتی تھی اور بستے کی پری تمھارے ذہن پر سوار تھی۔ یہی دونوں چیزیں گڈمڈ ہوکر تمھیں خواب میں دکھائی دیتی تھیں۔

چند دن موبائل اور بستے سے دور رہو تو پری اور خواب خود بخود بند ہو جائیں گے۔

اچھا! اب سمجھ میں آئی بات!

چلو اب اپنے کمرے میں جاؤ اور یونٹ ٹیسٹ کی تیاری کرو۔

''یس موم...'' کہہ کر صدیقہ اپنے کمرے کی جانب چل پڑی!

■

Dr. Mubeen Nazeer
Doll wala chowk, Mominpura 1392
Malegaon - 423203, Nashik (Maharashtra)
Mob : 8983152574
Email : ansa.net42@gmail.com

پیارے فرزند ......!

''محمد احب خان''

امید ہے، بہت اچھے ہوں گے۔ آج موسم بہت خوبصورت ہو رہا ہے۔ آپ کی والدہ سے فون پر معلوم ہوا کہ وہاں بھی بارش ہوئی ہے اور کچھ وقت کے لیے ہی سہی گرمی سے راحت ملی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے 'سن بال' (Sun Ball) سے کتنی گرمی ہو رہی تھی۔ آپ سن بال ہی تو کہتے ہیں نا......! جب آپ کافی چھوٹے تھے اور بولنا شروع ہی کیا تھا، تب آپ کے کھلونوں میں مختلف رنگوں جیسے کہ ہری، گلابی، پیلی، نارنجی، سفید اور نیلی گیندیں تھیں۔ انہی دنوں آپ کی زبان سے بال لفظ نکلنے لگا تھا۔

ایک دن آپ نے چھت سے غروب آفتاب یعنی سورج ڈوبنے کے خوبصورت منظر کو بہت غور سے دیکھا تھا۔ اس وقت آسمان میں نارنجی اور سرخ سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ گول سرخ گیند دھیرے دھیرے نیچے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کے رنگ نے آپ کی توجہ اپنی جانب کھینچی اور آپ کو وہ اپنی گیند جیسی لگی تھی شاید اسی لیے آپ نے اس وقت ''بال......'' کہتے ہوئے اپنے ہاتھ سے اس گیند کو پکڑنا چاہا تھا لیکن میرے بیٹے وہ گیند یعنی آفتاب ہمارے سیارے سے بہت دور ہے، لاکھوں کلومیٹر دور۔

میں نے اضافہ یہ کیا تھا کہ اسے صرف بال نہ کہہ کر 'سن بال' کہہ دیا اور آپ اسی نام کو استعمال کرنے لگے اور جب آپ خوب بولنے لگے تو آپ کے منہ سے 'سن بال' سننے میں بہت بھلا لگنے لگا۔ آپ کا، شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولنا دل کو سکون دیتا ہے۔

بیٹا آپ کی یہ سن بال پوری دنیا کو حرارت اور روشنی دیتی ہے اور نہ صرف دنیا کو بلکہ مختلف سیاروں اور بے شمار تاروں کو بھی یہ روشن کرتی ہے۔ سن بال کی روشنی سے ہی توانائی حاصل کر کے کھانا بنانے، روشنی کرنے سے لے کر دیگر برقی مشینوں اور آلات کو بھی آسانی سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ کئی قسم کی گاڑیوں کو بھی آفتاب کی حدت سے چلانے میں کامیابی ملی ہے اور اس میدان میں مزید کام

جاری ہے۔

رات میں جب آپ اپنی والدہ کے ساتھ کھلے ہوئے آسمان کے نیچے لیٹتے ہو اور پھر تاروں کے جھرمٹ آپ کو بہت پسند آتے ہیں جنھیں اکثر آپ ہاتھ بڑھا کر توڑ لینا چاہتے ہو، وہ تارے اسی سن بال ہی کی روشنی سے روشن ہوتے ہیں۔ جب میں آپ کے پاس آؤں گا تو آپ کے ساتھ میں بھی کھلے آسمان کے نیچے ان تاروں کا دیدار کروں گا اور آپ کو تاروں کی کہانیاں بھی سناؤں گا۔ مجھے خوشی ہوگی اور آپ کو بھی۔ آپ کو بھی تو بڑے ہو کر 'سن بال' ہی کی طرح بننا ہے نا......! اپنے ملک اور قوم کا نام روشن کرنا ہے نا......! سب کی مدد کرنی ہے اور سب کے کام بھی آنا ہے نا......!

سن بال، آفتاب یا سورج کی شعاعیں زمین پر اپنی حدت یعنی کہ گرمی پہنچاتی ہیں اور گلوبل وارمنگ میں اضافہ کرتی ہیں۔ گلوبل وارمنگ اس گرمی (حدت) کو کہتے ہیں جو پوری دنیا کی حرارت کو بہت زیادہ بڑھا دیتی ہے اور جس کے سبب بہت سی پریشانیاں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ہمارے سیارے کے دونوں قطبین یعنی جنوبی اور شمالی دونوں ہی بے حد ٹھنڈے ہیں اور ان کے ٹھنڈے ہونے سے وہاں کا ماحولیاتی نظام بنا ہوا ہے۔ جیسے جیسے گلوبل وارمنگ بڑھ رہی ہے اس کے سبب قطبی برف پگھل کر سمندر میں تحلیل ہو رہی ہے اور اس برف پر رہنے والے بہت سے جانور جیسے پینگوِن، سیل، وال رس اور قطبی بھالو جیسے جانور ختم ہوتے جا رہے ہیں۔

ہمیں اس گلوبل وارمنگ سے بچنے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟ آپ کو معلوم ہے......؟

درختوں، پیڑ پودوں کو کٹنے سے روکنا ہوگا اور نئے پیڑوں کا لگایا جانا بھی بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ ہم لکڑی کا جس تیزی سے استعمال کر رہے ہیں اتنی تیزی سے درخت نہیں لگا رہے ہیں۔ درخت ہمارے بہت اچھے دوست ہیں۔ وہ بہت سی ماحولیاتی آلودگی کو خود میں سمیٹ کر ہمارے لیے ہوا کو صاف کرتے ہیں تاکہ ہم صاف ستھری آکسیجن سانسوں کے ذریعے لے سکیں۔ اس کے علاوہ بھی یہ پیڑ پودے ماحولیاتی نظام کا بہت ہی اہم حصہ ہیں۔ ان کے زیادہ تعداد میں کٹ جانے سے بارشیں بھی متاثر ہوتی ہیں بلکہ اکثر بارشیں ہی نہیں ہوتی ہیں اور بارش کا نہ ہونا بھی گلوبل وارمنگ کو بڑھاتا ہے۔

جیسے جیسے مشینوں اور گاڑیوں کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے، کاربن اور دوسری خطرناک گیسوں کا تناسب بھی بڑھتا ہی جا رہا ہے جس سے سطح اوزون شکستہ ہوتی جا رہی ہے۔

اوزون ہی تو ہمیں آفتاب کی حدت سے بچاتی ہے اور بہت سی خطرناک شعاؤں کو وہ زمین پر پہنچنے سے روکتی ہے لیکن اس کے شکستہ ہونے سے سورج کی خطرناک شعائیں زمین تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں اور پھر زمین بہت زیادہ گرم ہونے لگتی ہے، جس کی وجہ جنگل کے جانور، چڑیاں، تتلیاں اور انسان سب پریشان ہو اٹھتے ہیں اور برف سے جمے پہاڑوں سے بھی برف پگھلنے لگتی ہے۔ برف پر بہت سے جانور رہتے ہیں، اس کے پگھلنے سے ان جانوروں کی زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں آلودگی کو بھی روکنا ہوگا جسے انگریزی میں Pollution کہتے ہیں۔ آلودگی کئی قسم کی ہوتی ہے، لیکن آبی آلودگی، زمینی آلودگی، فضائی آلودگی وغیرہ بہت اہم ہیں۔

آپ کو تو پرندے، جانور اور تتلیاں بہت پسند ہیں اور خاص طور پر کویل، طوطا، کبوتر، گوریا اور فاختہ جو کہ گھر کے آنگن میں آ جاتے ہیں اور آپ ان کو دانہ ڈالتے ہیں۔ جانوروں میں آپ کو بکری، بلّی، کتّا اور خرگوش بہت پسند ہیں۔ پھولوں کا تو ذکر ہی کیا کروں کہ وہ آپ کو شاید تمام ہی پسند ہیں جتنے بھی گھر میں ہیں اور جتنے نرسری میں سب آپ کو پسند ہیں۔ بڑی اچھی بات یہ ہے کہ آپ ان میں سے کئی پھولوں کو ان کے نام سے پہچان لیتے ہیں۔ آپ کو لکھے گئے پچھلے اور پہلے خط میں آپ سے کہا تھا کہ یہ آپ کے دوست ہیں آپ کو ان سے تعلق رکھنا چاہیے۔ ہم انسان زندگی کے ہر میدان میں اپنے ان قیمتی دوستوں کی مدد کے بغیر پہنچ ہی نہیں سکتے۔ ان کا خیال رکھنا ہم پر لازم ہے اور ہمیں ان کی فکر کرنی ہوگی۔ ورنہ بہت سے جانور اب صرف کتابوں یا انٹرنیٹ پر ہی دیکھنے کو مل سکتے ہیں ان کا کوئی وجود ہی نہیں رہا۔ میرے بیٹے بے توجہی کے شکار صرف جانور ہی نہیں بلکہ پیڑ پودے اور پرندے بھی ہوتے ہیں جن کے آج ہم صرف نام ہی جانتے ہیں کل کو شاید وہ بھی یاد نہ رہیں۔ بے توجہی تو ہم انسانوں کے لیے بھی خطرناک ہے اس کا شکار تو ہم انسان بھی ہو جاتے ہیں۔ ہاں لیکن اتنا پتا ہے کہ جب آپ سمجھدار ہو جائیں گے اور میری کہی ہوئی ان باتوں کو سنجیدگی سے سمجھنے لگیں گے تو ضرور آپ مثبت قدم اٹھائیں گے اور پھر آپ پڑھ لکھ کر ان تمام انسانی دوستوں مثلاً جانوروں، درختوں، پرندوں، پہاڑوں، سمندروں، ندیوں، تاروں، سیاروں (سن بال اور مون چاند) کے لیے بہت کچھ بہتر کر سکیں گے۔ یہ 'سن بال' اور 'مون چاند' آپ کے اپنے ہی ہیں اور یہ زمین جس پر آپ کھیلتے، کودتے، پڑھتے، لکھتے اور بہت سے کام کرتے ہیں آپ ہی کی ہے۔ آنے والے وقت میں آپ کو بہت سے کام کرنے ہیں۔ اس دنیا کے لیے، اپنے تمام دوستوں کے لیے اور اپنے لیے۔ آپ ہی سے نئی دنیا کو روشنی ملے گی، نئی دنیا کے 'سن بال' آپ ہی تو ہوں گے۔

انہیں امیدوں اور دعاؤں کے ساتھ......

السلام علیکم......!

آپ کا ابو جان

■

Dr. Taouseef Khan (Tauseef Bareilvi)
Dept. of Urdu
Al-Barkaat College of Graduate Studies
Aligarh - 202122
Mob.: 9058296593
Email.: venuseefvi@gmail.com

محمد نجیب پاشا

مختصر کہانیاں

کیمیکل گرل

پروفیسر خلیل اپنی تجربہ گاہ میں بیڈ پر لیٹی لڑکی کے منھ میں کیمیکل ڈال رہے تھے۔ قریب کھڑی اسسٹنٹ ریموٹ کنٹرول سے پروفیسر کے اشارے پر بٹن آن آف کر رہی تھی۔

’’سر! اور کتنی دیر لگے گی مجھے اس کے ساتھ بات کرنی ہے۔‘‘

’’تقریباً 20 گھنٹے۔‘‘

’’سر! اتنی دیر کیوں لگ رہی ہے۔‘‘

’’صرف قدرت ہی ہے جس کی بنائی ہوئی چیزوں میں دیر نہیں لگتی۔‘‘ پروفیسر صاحب مسکراتے ہوئے بولے۔

’’کیا مطلب؟‘‘

وہ خدا ہی کی ذات ہے جس کے ایک ’کن‘ سے پوری دنیا تخلیق ہوگئی لیکن آج ہم لوگ سائنس میں اتنی زیادہ ترقی کرنے کے باوجود قدرت کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پروفیسر خلیل صاحب نے کہا۔

سر! آج ہماری سائنس نے اتنی زیادہ ترقی کر لی ہے کہ ہم لوگ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ وہ ریموٹ کنٹرول کو ہوا میں لہراتے ہوئے بولی۔

’’اچھا! پہلے تم یہ بتاؤ روٹی بنانا جانتی ہو؟‘‘

’’ہاں! کیوں نہیں۔‘‘

’’نئے نئے فیشن کے کپڑے پہنتی ہو؟‘‘

''جی ہاں!''

''میرے اس خوبصورت مکان میں بھی رہتی ہو؟''

''جی ہاں!''

''کیا تمھیں کسی قسم کی تکلیف ہے۔''

''جی نہیں۔''

پروفیسر خلیل الماری میں کیمیکل کی شیشی کو رکھتے ہوئے بولے ''تم روٹی بنا سکتی ہو، نئے نئے ڈیزائن کے کپڑے پہن سکتی ہو، ایک خوبصورت سا مکان بنا کر رہ سکتی ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تخلیق ایک عورت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ ایک بچی کو جنم دے سکتی ہے۔ لیکن تم ایک سائنس کے ذریعے میری تخلیق کردہ عورت ہو جو ایک بچی کو جنم بھی نہیں دے سکتی۔

انوکھی سوچ

افضل صاحب ہر سال حاجیوں کو حج بیت اللہ کے سفر پر روانہ ہوتے ہوئے دیکھتے تو وہ بھی حج کرنے کے لیے تڑپ اٹھتے لیکن ان کے پاس اتنے روپے نہیں تھے کہ حج کر سکیں کیونکہ انھیں اپنی بیٹی نازیہ کی شادی بھی تو کرنی تھی۔ التمش جیسے نیک لڑکے سے نازیہ کی منگنی ہونے پر وہ بہت خوش تھے اور دل ہی دل میں یہ سوچ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے کہ بیٹی کی شادی کرنا بھی تو حج کے برابر ہے۔ افضل صاحب کے سارے رشتے داروں کو پوری امید تھی کہ شادی بہت دھوم دھام سے ہوگی کیونکہ نازیہ افضل صاحب کی اکلوتی بیٹی تھی۔

کچھ دنوں کے بعد جب نازیہ کی شادی سادگی سے ہوئی تو سارے رشتے دار حیرت میں پڑ گئے کہ شادی میں صرف ضرورت کی چیزیں دی گئی تھیں۔ ان کے رشتے داروں کا خیال تھا کہ افضل صاحب نے اپنے داماد کو نقد رقم دی ہوگی کیونکہ سمدھی اور سمدھن بھی اس شادی سے بہت خوش ہیں۔

آج افضل صاحب اپنی بیگم رقیہ کے ساتھ حج پر روانہ ہو رہے تھے لیکن سارے رشتے دار افضل صاحب اور ان کی بیگم کے بجائے ان کے داماد التمش کو مبارکباد دے رہے تھے کیونکہ اس نے جہیز نہ لے کر ایک نئے انقلاب کی بنیاد رکھ دی تھی۔

■

Mohd Najeeb Pasha
B-119, Nawab Wajid Ali Shah road
Post: Garden Reach
Kolkata - 700024
Mob.: 6290479899

کہانی

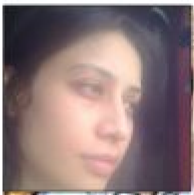

ثنا اسد

لگن کا رنگ

نو سالہ منگلو شہر کی ایک جھگی میں اپنے مزدور ماں باپ کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ ایک چھوٹی سی چائے کی دکان پر برتن دھونے کام کرتا تھا اور ساتھ ہی آس پاس کی دکانوں اور دفتروں میں گرم گرم چائے تھرمس اور جگ میں بھر کر لوگوں کو پلاسٹک کے کپ میں سپلائی کرتا تھا۔ لیکن صبح صبح جب وہ بچوں کو پیٹھ پر بستہ ڈالے ہوئے پڑھنے کے لیے اسکول جاتے ہوئے دیکھتا تو اس کا بھی جی چاہتا کہ وہ اسی طرح گلے میں بستہ ڈال کر تعلیم حاصل کرنے کے لیے اسکول جائے۔ ایک بار اس نے اپنے باپو سے اسکول میں پڑھنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا تھا تو باپو نے اسے پیار سے سمجھایا تھا، ''بیٹا! ہم غریبوں کے بھاگیہ (قسمت) میں لکھنا پڑھنا نہیں بلکہ محنت مزدوری کرنا ہی لکھا ہے۔ میں اور تیری ماں روزانہ سڑک پر پتھر توڑ کر یا مزدوری کر کے دو وقت کی روٹی کما پاتے ہیں تاکہ پاپی پیٹ کی آگ بجھ سکے۔ تجھے بھی اسی لیے چائے کی دکان پر لگایا ہے کہ دو پیسے کی آمدنی ہو اور گھر کا خرچہ اس مہنگائی میں ہو سکے۔ اس لیے اسکول جانے کا خیال اپنے دل سے نکال دے۔''

باپو کی بات سن کر منگلو خاموش ہو گیا اور سر جھکا کر اپنے کام پر چلا گیا۔ چائے کی دکان کے مالک نے دو چائے بنا کر منگلو کو دیتے ہوئے کہا، ''سامنے والی پنساری کی دکان پر لالہ کو یہ دو چائے دے آ۔''

منگلو جب لالا جی کی دکان پر چائے لے کر پہنچا تو اس نے دیکھا لالا جی اپنے بیٹے کو پڑھا رہے تھے۔ لالا جی نے چائے لی اور وہ اسے پینے لگے تو منگلو نے بچے سے دریافت کیا، ''بھیا! کیا تمھارے اسکول میں میں بھی پڑھ سکتا ہوں؟''

یہ سوال سن کر بچے نے سر ہلاتے ہوئے کہا، ''نہیں، کیونکہ ہمارے اسکول کی فیس دو ہزار روپے ماہانہ ہے۔ البتہ تم میونسپل بورڈ کے پرائمری اسکول میں داخلہ لے سکتے ہو۔ وہاں کوئی فیس نہیں ہے بلکہ غریب بچوں کو کاپی، کتاب اور یونیفارم مفت دیے جاتے ہیں اور پڑھائی میں اچھے بچوں کو سرکار وظیفہ بھی دیتی ہے۔''

''بھائی! یہ وظیفہ کیا ہوتا ہے؟'' منگلو نے معصومیت سے سوال کیا تو لالا جی کے بیٹے نے مسکرا کر جواب دیا۔ وظیفے میں سرکار کئی سو روپے ہر ماہ ایک بچے کو دیتی ہے۔ یہی نہیں اسکول میں بچوں کو مڈ ڈے میل بھی دیا جاتا ہے۔''

منگلو نے پھر سوال کیا، ''یہ مڈ ڈے میل کیا ہوتا ہے؟''

''اس کا مطلب ہے دو پہر کا کھانہ۔''

یہ سن کر منگلو بہت خوش ہوا، اس نے بچے کو سلام کیا اور ساری باتیں اپنے ماں باپ کو بتائیں تو وہ اس کا داخلہ

اسکول میں کرانے کے لیے خوشی خوشی رضا مند ہو گئے۔
اگلے دن وہ اپنے باپو کو لے کر سرکاری اسکول گیا جہاں اس کا داخلہ آسانی سے ہو گیا، چونکہ منگلو ذہین اور محنتی بچہ ہے اور اس میں پڑھائی کرنے کی لگن اور شوق بھی ہے، اس لیے کچھ روز میں ہی اس نے ہندی اور گنتی لکھنا اور پڑھنا سیکھ لیا۔ اب اس نے چائے کی دکان پر کام کرنا بھی چھوڑ دیا تھا، چونکہ اسکول میں اسے روزانہ دوپہر کو کھانا بھی ملتا ہے جو بہت مزے دار ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی صحت بھی بہتر ہونے لگی ہے۔

چونکہ منگلو کو لکھنا پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے۔ اس لیے وہ خوب دل لگا کر تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہے۔
اب وہ اپنی کلاس کے ذہین اور محنتی طلبا میں شمار ہونے لگا ہے اور ٹیچر بھی اس پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ اسی لیے ماسٹر صاحب نے اسے وظیفے کے مقابلہ جاتی امتحان میں بیٹھنے اور امتحان کے لیے دل و جان سے تیاری کرنے کا مشورہ دیا، جس پر منگلو نے پوری طرح عمل کیا اور مقابلہ جاتی امتحان پاس کر کے وہ ہر ماہ وظیفہ حاصل کرنے لگا۔ لیکن وہ اس رقم سے کہانیوں اور جنرل نالج کی کتابیں خریدتا ہے۔ اس نے ایک لوڈو بھی خرید لی ہے، جسے وہ اپنی چھوٹی بہن مالتی کے ساتھ کھیلتا ہے۔ منگلو کو ملی کامیابی سے اس کے ماتا پتا بھی بہت خوش اور مطمئن ہیں۔ اب انھوں نے اپنی بیٹی مالتی کو بھی اسکول میں داخل کرا دیا ہے۔

اب منگلو آٹھویں کلاس کا طالب علم ہے اور تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ کھیل کے میدان میں بھی کامیابی سے آگے بڑھ رہا ہے کیونکہ وہ جتنی محنت اور لگن سے پڑھتا ہے، اتنی ہی محنت سے کھیلتا بھی ہے۔ اسی لیے اسکول کے اسپورٹس ٹیچر نے منگلو کو فٹ بال ٹیم کا کپتان بھی بنا دیا ہے۔ آج اس کی ٹیم نے علاقائی ٹورنامنٹ کے مقابلہ میں پہلا مقام حاصل کیا۔ اس لیے ایجوکیشن آفیسر نے اسے ٹرافی اور سند سے نوازا۔ منگلو کے ساتھ جب کئی لڑکے اور ٹیچر خوشی منا رہے تھے تبھی ایک مقامی چینل کا رپورٹر وہاں آ گیا۔ جب رپورٹر نے منگلو سے اس کی کامیابی کا راز دریافت کیا تو اس نے مسکرا کر اور ہاتھ اٹھا کر کہا؟

''ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا!''

رپورٹر کو ایک سوال کے جواب میں منگلو نے بتایا کہ وہ ایک غریب مزدور کا بیٹا ہے اور جھگی میں رہتا ہے۔ لیکن اسے اپنی محنت اور لگن کی بدولت تعلیم اور کھیل کے میدان میں کامیابی حاصل ہوئی ہے اور یہ کہ اسے سرکار سے وظیفہ بھی ملتا ہے جس سے وہ پڑھنے اور کھیلنے کی چیزیں خریدتا ہے کیونکہ وہ خوب پڑھ لکھ کر ایک افسر بننے کے سپنے دیکھ رہا ہے۔

جب ٹی وی رپورٹر نے منگلو سے کہا کہ وہ اپنے ملک کے بچوں کو کیا سندیش (پیغام) دینا چاہتا ہے تو اس نے بڑے اعتماد سے کہا:

''محنت اور لگن سے ایک بچہ کھیل اور پڑھائی دونوں میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ اس لیے دیش کے ہر بچے کو لگن کے ساتھ پڑھنا اور کھیلنا چاہیے کیونکہ لگن کا رنگ بہت اثر دار ہوتا ہے۔''

■

Sana Asad
F-97, Sector 7
Jasola Vihar
New Delhi - 110025

قسط 6

جنگل کی کہانی

رمیش نارائن تیواری

مترجمہ

زینت شہریار

پیارے بچو! ہر عمر کے لوگوں کو قصے اور کہانی سننے کا شوق ہوتا ہے، خاص طور پر بچپن میں کہانیوں سے دلچسپی ہوتی ہے اورسبق آموز کہانیوں سے بہت کچھ سیکھتے بھی ہیں۔ اسی وجہ سے دادی، نانی اور امی وغیرہ سے کہانیاں سنانے کی فرمائش کرتے ہیں۔ بچوں کی پسندیدہ چیزوں میں جنگل اور جنگلی جانور کافی اہمیت کے حامل ہیں، بچے ٹیلی ویژن پر بھی ایسے کارٹون اور کہانیاں شوق سے دیکھتے ہیں۔

'جنگل کی کہانی' رمیش نارائن تیواری کی عمدہ کتاب ہے جس کا اردو ترجمہ زینت شہریار نے کیا ہے، بھیڑیا، شیر، بندر، اژدھا، موگلی اور قا وغیرہ اس کتاب میں بیس کہانیاں شامل ہیں جو آپس میں مربوط ہیں۔ بچوں کی دلچسپی اور پسندکے پیش نظر 'جنگل کی کہانی' کے عنوان سے ایک نیا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے امید ہے کہ اسے آپ پسند کریں گے اور ان سے سبق بھی حاصل کریں گے۔

اب تک آپ بھیڑیا اور گیدڑ، شیر خاں کی دھمکی، بھیڑیا گروہ میں موگلی کا مطالعہ، شیر خاں کی سازش کا مطالعہ کرچکے ہیں۔ 'لال پھول کا کرشمہ' میں یہ بتایا گیا ہے کہ لال پھول کا خوف ہرایک جانور کو تھا۔ موگلی آگ لینے کے لیے جنگل سے متصل ایک بستی میں جاتا ہے اوروہاں سے ایک بورسی میں آگ لے آتاہے۔ موگلی آگ کو پیچھے چھپا کرمیٹنگ میں پہنچا، اکیلاجوکہ اس گروہ کا سردار تھا وہ جنگل کے قانون کے مطابق شکارنہ کرسکنے کی بناپر اپنے عہدے سے برخواست کردیاگیا تھا، اب شیرخان کے لیے راستہ صاف تھا۔شیرخان کی دخل اندازی موگلی کو ناگوارگذری اوراس نے شیرخان کو برا بھلا کہا، موگلی بھیڑیے کی بے وفائی سے بہت خفاتھا، اس لیے اس نے فیصلہ کرلیاکہ اب وہ جنگل کو چھوڑکرانسانی بستی میں چلاجائے گا۔اب آگے (ادارہ)

موگلی جنگل سے انسانوں کی بستی میں

مشرقی افق پر پو پھٹ رہی تھی اور موگلی پہاڑیوں سے نیچے اترتا چلا آرہا تھا۔ بالکل تنہا وہ پراسرار اور عجیب وغریب جانداروں سے ملنے جارہا تھا جنھیں انسان کہتے ہیں۔ جلسہ گاہ پر شیرخاں اور اس کے پچھ لگو بھیڑیوں سے جھگڑا کرنے کے بعد موگلی اپنے غار میں گیا اور اماں بھیڑیا دادا بھیڑیا نیز اپنے بھیڑیا بھائیوں سے الوداع لے کر آدمیوں سے ملنے چل پڑا۔ وہ سیدھے گھاٹیوں میں بچتے ہوئے کھیتوں کی طرف گیا، لیکن وہاں نہ رک کر تقریباً بیس میل دور ایک میدان میں پہنچا۔ میدان کے ایک سرے پر ایک گاؤں بسا ہوا تھا اور دوسرے سرے پر گھنا جنگل ایک ہموار چراگاہ کے پاس آکر ایک دم ٹھٹھک گیا۔ ایسا لگتا تھا کو کسی مشاق مالی نے ہنسوئے اور قینچی سے میدان کی سرحد پر ہرے پیڑوں کی ایک ٹھوس اور ہری باڑھ تراش کر کھڑی کردی ہو۔ گائے، بیل اور بھینس ادھر ادھر پھیل کر چر رہے

تھے۔ مویشیوں کی رکھوالی کرنے والے چھوٹے چھوٹے لڑکوں نے جب موگلی کی عجیب وغریب شکل دیکھی تو شور مچاتے ہوئے بے تحاشہ گاؤں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور پالتو کتے اسے دیکھ کر بھونکنے لگے۔ لیکن موگلی رکا نہیں۔ وہ سیدھے گاؤں کے پھاٹک پر پہنچا اور اس کے باہر اس امید سے بیٹھ گیا کہ شاید کوئی آدمی باہر آئے۔

تھوڑی دیر بعد ایک آدمی باہر نکلا۔ اسے دیکھ کر موگلی نے اپنا منھ کھول دیا اور کھڑے ہو کر ہاتھ کے اشارے سے یہ کہنے کی کوشش کی کہ میں بھوکا ہوں۔ وہ آدمی تھوڑی دیر تو ساکت کھڑا رہا پھر واپس پھاٹک میں داخل ہو کر شور مچاتا ہوا گاؤں میں بھاگا۔ اس آدمی کی پکار سن کر گاؤں کے پجاری باہر نکل آئے۔ چہرے کے پرشکوہ خط وخال، بھاری بھرکم جسم اور اوپر سے نیچے تک سفید کپڑے سے ڈھکے ہوئے اور سر پر روری (ہلدی اور چونے کو ملا کر تیار کیا گیا پاؤڈر جو پیشانی کو رنگنے کے لیے استعمال ہوتا ہے) اور صندل کا لال پیلا تلک لگا ہوا۔ پجاری جی اور ان کے پیچھے پیچھے لگ بھگ سو آدمیوں اور عورتوں کی بھیڑ پھاٹک پر پہنچی۔ یہ لوگ آپس میں باتیں کرتے ہوئے، زور زور سے شور مچاتے اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر رہے تھے۔

''ان آدمیوں کو کوئی تمیز نہیں ہے۔ یہ لوگ تو ایسے برتاؤ کر رہے ہیں جیسے صرف بندر ہی کریں گے۔'' اور یہ سوچ کر موگلی نے اپنے سر پر لٹک آئے لمبے بالوں کو جھٹکے سے پیچھے پھینکتے ہوئے بھیڑ پر ایک جھکی ہوئی نظر ڈالی۔

''ارے، اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔'' پجاری نے کہا۔ ''یہ تو کوئی بھیڑیا بچہ ہے جو جنگل سے بھاگ کر ادھر آ پہنچا ہے۔ دیکھو، اس کے بدن پر اور ہاتھ پاؤں میں بھیڑیوں کے کاٹنے کے نشان بھی پڑے ہوئے ہیں۔''

''ارے دیا!'' دو تین عورتیں کے منھ سے ایک ساتھ آواز نکلی۔ ''ہائے بے چارہ بچہ، ہائے! کیا اسے بھیڑیوں نے کاٹا ہے؟ دیکھو تو کتنا خوبصورت لڑکا ہے، کیسی کنول جیسی بڑی بڑی آنکھیں ہیں۔ رام قسم، مسوا، یہ تو تیرے لڑکے سے بہت ملتا جلتا ہے جسے باگھ اٹھالے گیا تھا۔''

پجاری ذرا چلتا پرزہ آدمی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مسوا گاؤں کے سب سے دولت مند آدمی کی بیوی ہے۔ فوراً پجاری نے آسمان کی طرف منھ اٹھا کر تھوڑی دیر ادھر دیکھا اور پھر ایک دم سنجیدہ ہو کر بولا۔

''مسوا بہن، جنگل نے تجھ سے تیرا لڑکا چھین لیا تھا۔ لیکن اب خوش ہو کر اس نے تیرا لڑکا پھر واپس کر دیا ہے۔ تو اسے اپنے گھر لیتی جا، میری بہن۔ مگر دیکھ، ذرا اس پجاری کا بھی خیال رکھنا جو آدمی کے مستقبل کو اتنی دور تک بھیج سکنے اور آئندہ کو جاننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اپنے کو اتنے غور سے دیکھے اور پہچانے جاتے دیکھ کر موگلی تعجب میں پڑ گیا۔ ''مجھے خریدنے والے بیل کی قسم'' اس نے دل میں سوچا، ان لوگوں کی ساری بات چیت اور حرکتیں ایسی ہیں جیسے مجھے انسانوں کے گروہ میں شامل کرنے سے پہلے پہچانا جا رہا ہو، ٹھیک اسی طرح جیسے کہ بھیڑیا گروہ میں شامل کرنے سے پہلے کیا جاتا ہے۔ خیر، اب میں آدمی بننے آیا ہوں تو بنوں گا۔''

وہ عورت جس کا نام مسوا تھا، موگلی کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے گاؤں کی طرف چلی تو بھیڑ نے موگلی کے گزرنے کے لیے راستہ بنا دیا۔ وہ اس عورت کے پیچھے پیچھے ایک جھونپڑی میں داخل ہوا۔ جھونپڑی کے اندر ایک

لکڑی کا تخت پڑا تھا جس پر لال رنگ کی چادر بچھی ہوئی تھی۔ ایک طرف اناج رکھنے والا ایک مٹی کا گھڑا رکھا تھا جس پر عجیب رنگ ڈھنگ کی ڈیزائن بنی ہوئی تھی۔ آدھے درجن کے قریب برتن رکھے ہوئے تھے۔ ایک طاق پر کسی دیوتا کی مورتی رکھی ہوئی تھی اور دیوار پر معمولی سا آئینہ ٹنگا ہوا تھا جو گاؤں کے میلوں میں اکثر تین چار آنے کا فروخت ہوتا ہے۔

اس عورت نے موگلی کو فرش پر بیٹھا دیا اور ایک پیالے میں بھر کر دودھ اور کچھ روٹیاں کھانے کو دیں۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر وہ اس کی آنکھوں میں اس طرح دیکھنے لگی جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔

''ناتھو اے ناتھو!'' اس نے پکارا۔ لیکن موگلی پر اس نام کا ایسا کوئی ردعمل نہیں ہوا، جس سے معلوم ہوتا کہ وہ اس نام سے تھوڑا سا بھی واقف ہے۔

''کیا تجھے وہ دن یاد نہیں ہے جب میں نے تجھے بالکل نئے جوتے پہنائے تھے؟'' اور یہ کہہ کر مسوا نے موگلی کے تلوے چھوئے جو سوکھے چمڑے سے بھی زیادہ سخت تھے۔ ''نہیں'' وہ ناامید اور رنجیدہ ہوتی ہوئی بولی۔ ان پیروں نے کبھی جوتے نہیں پہنے ہیں۔ لیکن کوئی بات نہیں۔ اب آج سے تو میرا ہی بیٹا ہے کیونکہ تو میرے ناتھو سے بہت ملتا جلتا ہے۔''

موگلی بڑی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ اس سے قبل اسے اوپر سے نیچے، اغل، بغل، سب طرف سے بند، ایسی کسی جگہ رہنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ لیکن جب اس نے جھونپڑی کے ٹٹر کو دیکھا تو قدرے مطمئن ہوگیا۔ اس نے سوچا کہ جانے کی خواہش ہو تو ٹٹر کو آسانی سے

توڑ پھاڑ کر نکلا جاسکتا ہے۔ اب اس کی دوسری فکر تھی آدمی کی زبان سیکھنے کی۔ چنانچہ جیسے ہی مسوا کوئی بات کہتی وہ اسے دہرانے لگتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شام ہوتے ہوتے اسے جھونپڑی میں رکھی ہوئی کئی چیزوں کے نام یاد ہوگئے۔

رات کو سوتے وقت ایک نئی مشکل پیش آگئی۔ موگلی کسی بھی ایسی چیز کے اندر سونے کو تیار نہیں تھا جو دیکھنے میں کٹہرے کی مانند معلوم ہو۔ اور یہ جھونپڑی اسے ہو بہو کٹہرے جیسی معلوم پڑ رہی تھی۔ جب اسے اندر روک رکھنے کے لیے دروازہ اندر سے بند کرکے تالا لگادیا گیا تب وہ کھڑکی سے باہر کود گیا۔

مسوا تو پریشان ہوا ٹھی، لیکن اس کے شوہر نے سمجھایا۔ اسے اپنے دل کی کرنے دو۔ یہ یاد رکھو کہ وہ بے چارہ کبھی بستر پر نہیں سویا ہے۔ اگر ایشور نے اسے سچ مچ ہمارے لڑکے کی جگہ بھیجا ہے تو وہ بھاگے گا نہیں، لوٹ کر یہیں آئے گا۔''

موگلی باہر نکل کر تازہ جوتے ہوئے کھیتوں کے کنارے مینڈھ کے پاس ہری بھری صاف ستھری اور لمبی گھاس پر کھلے آسمان کے نیچے اطمینان سے پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ وہ آنکھیں بند کرنے جا ہی رہا تھا کہ اچانک اس کی ٹھوڑی کے نیچے کسی جانور کا تھوتھنا لگنے سے گدگدی پیدا ہوگئی۔

''پھوں'' روپا بھائی بولا (وہ اماں بھیڑیا کے چار بچوں میں سب سے بڑا تھا)۔''میں تیرے پیچھے پیچھے بیس میل تک دوڑتا آیا ہوں مگر اس کے بدلے میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں، اس سے تو لگتا ہے کہ میری ساری محنت برباد ہوگئی ہے۔ تیرے بدن پر لکڑی کے دھوئیں کی اور مویشیوں کے جسم کی بدبو آرہی ہے۔ جیسی کہ آدمیوں کے جسم سے آتی ہے۔''اچھا، اٹھ چھوٹے بھائی، میں تیرے لیے ایک خبر لایا ہوں۔''

روپا بھائی کے گلے سے لپٹا ہوا موگلی اٹھ بیٹھا۔ بولا۔ ''جنگل میں سب لوگ مزے میں تو ہیں؟''

''ہاں! ہاں'' روپا بھائی۔''جن لوگوں کو تو نے لال پھول سے جلا دیا تھا، انھیں چھوڑ کر سب مزے میں ہیں۔ اچھا، اب کام کی بات سنو شیر خاں کی کھال بری طرح جھلس گئی ہے۔ اس لیے وہ فی الحال کہیں دور چلا گیا ہے۔ جب نئے روئیں نکل آئیں گے تب لوٹ کر تجھے مارنے کی اس نے قسم کھائی ہے۔''

''خیر، تو فکر مت کر روپا بھائی۔ میں نے بھی ایک چھوٹی سی قسم کھائی ہے۔ تو جب بھی کوئی خبر لائے گا، میں اس کا استقبال کروں گا۔ لیکن آج رات میں نئی نئی باتوں سے بہت تھک گیا ہوں، مجھے سونے دے۔ تو خبر لاتے رہنا۔''

''چھوٹے بھائی''، روپا بھائی نے کہا۔''تو یہ مت بھول جانا کہ تو بھیڑیا ہے، آدمی نہیں، تجھے بھیڑیا گروہ سے نکال دیا گیا۔ یہ ٹھیک ہے لیکن تجھے آدمی گروہ سے بھی نکالا جاسکتا ہے۔ آدمی تو بس آدمی ہے، چھوٹے بھائی اس کی باتیں تالاب کے مینڈکوں کی طرح ہوتی ہیں۔ جب دوبارہ آؤں گا تو چراگاہ کے اس پار والی بنسواڑی کی آڑ میں تیرا انتظار کروں گا۔ ملاقات کرنے کے لیے وہیں آنا۔''

■

ماخذ: جنگل کی کہانی: رمیش نارائن تیواری، **مترجمہ:** زینت شہریار، **دوسری اشاعت:** 2022، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

سید شہاب الدین دسنوی

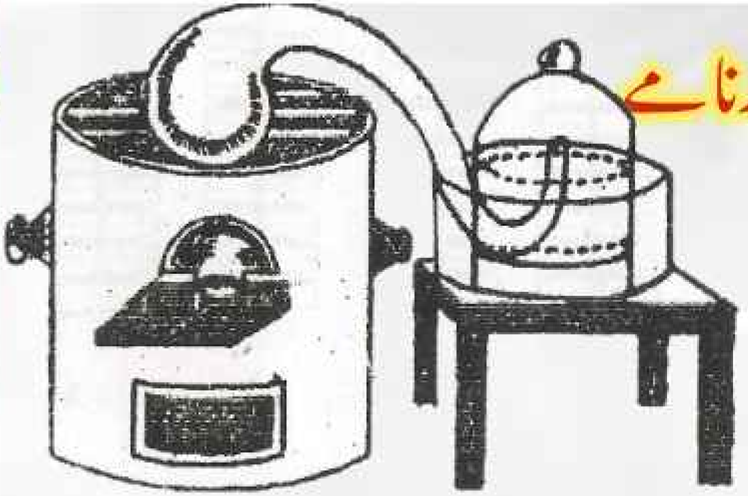

لے وائسر کے کارنامے

یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ 'آکسیجن' کی دریافت کسی ایک نے نہیں بلکہ تین مختلف سائنس دانوں نے کی، جو تین الگ الگ ملکوں کے باشندے تھے اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ انھوں نے لگ بھگ ایک ہی وقت میں یہ دریافت کی۔ سب سے پہلا تو کارل شیل تھا، دو ایک سال کے بعد انگلستان کے ایک سائنس داں جوزف پریسٹ لے (Joseph Priestley) نے شیل کے تجربوں کا حال سنے بغیر اپنے طور پر ہی یہ گیس دریافت کی۔ چند مہینوں بعد فرانس کے ایک سائنس داں لے وائسر نے اس گیس پر تجربے شروع کیے۔

لے وائسر نے تجربے میں ایک ایسی چیز سے مدد لی جو شیل کے پاس بھی موجود تھی اور جوزف پریسٹ لے کے پاس بھی مگر ان دونوں نے اس کی پوری اہمیت نہیں پہچانی تھی اور وہ چیز تھی۔ ترازو!

لے وائسر کی یہ عادت سی ہوگئی تھی کہ کیمیا کے جو بھی تجربے وہ کرتا، اس کا وزن کرلیتا اور پھر تجربے کے بعد وزن بڑھ جاتا تو وہ کہتا:

اس چیز کا وزن بڑھ گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کیمیائی عمل کے دوران اس میں کوئی چیز شامل ہوگئی۔ یا پھر اس طرح کہتا۔ اس کے وزن کم ہوجانے کے معنی یہ ہوئے کہ اس میں سے کوئی چیز باہر نکل گئی۔

شیل ہی کی طرح لے وائسر نے بھی خالی صراحی میں فاسفورس بند کرکے جلایا۔ لیکن ہوا کا پانچواں حصہ غائب ہوجانے پر دماغ پر زور ڈالنے کے بجائے اس نے اپنے ترازو سے سوال پوچھا اور ترازو نے ٹھیک ٹھیک جواب بھی دیا۔

ہوا یہ کہ صراحی میں فاسفورس ڈالنے سے پہلے لے وائسر نے اس فاسفورس کے ٹکڑے کا بڑی احتیاط سے وزن کرلیا، پھر اسے صراحی کی ہوا میں جلانے کے بعد سفید رنگ کا جو سفوف صراحی کے چاروں طرف جم گیا تھا۔ اسے جمع کرکے اس سفوف کا وزن معلوم کیا۔ پھر اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔

''کون سا وزن زیادہ ہوگا؟ فاسفورس کا، جلنے سے پہلے یا اس کے بعد، اس سفید رنگ کے سفوف کا جو صراحی کے اندر سے حاصل کیا گیا؟''

اس زمانے میں جس کسی سے یہ بات پوچھی جاتی، ایک ہی جواب ملتا۔ خود شیل بھی یہی کہتا کہ بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہوئی، ظاہر ہے فاسفورس سے جب فلوجسٹن باہر نکل آیا، تب وہ سفوف بنا۔ اس لیے سفوف کا وزن فاسفورس سے کم ہوگا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ فلوجسٹن کا کوئی وزن ہی نہیں ہوتا ہے بلکہ انسان کی روح کی طرح وہ بھی بغیر وزن کے ہے تو اس حالت میں سفوف کا وزن، فاسفورس کے وزن کے برابر رہے گا۔ لیکن لے وائسر کی ترازو نے اس ساری منطق کو باطل کر دکھایا۔ سفید سفوف کا وزن فاسفورس کے وزن سے زیادہ نکلا۔

اب اس کا کیا جواب تھا؟ یہ تو وہی بات ہوئی کہ کوئی ہم سے کہے کہ خالی گھڑے کا وزن پانی کے بھرے گھڑے سے زیادہ ہوگا!

لے وائسر کی جان مصیبت میں آگئی۔ چاروں طرف سے سوالات کی بوچھار شروع ہوگئی۔ ہر آدمی نے پوچھنا شروع کر دیا لیکن حضرت یہ تو بتائیے کہ سفید رنگ کے سفوف کا وزن بڑھ کیسے گیا؟ کون سی چیز کا اس میں اضافہ ہوگیا؟''

''ہوا کے ایک حصے نے فاسفورس سے مل کر اسے سفوف بنایا۔ اس لیے سفوف کا وزن بڑھ گیا۔ لے وائسر نے بڑے اطمینان کے ساتھ ان لوگوں کو جواب دیا۔ ہوا کا جو حصہ کسی چیز کے جلنے کے بعد غائب ہوتا نظر آتا ہے، دراصل غائب نہیں ہوتا ہے بلکہ جلنے والی شے کے ساتھ مل جاتا ہے۔ سفید رنگ کے سفوف کا وزن جتنا فاسفورس سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے برابر غائب ہونے والی ہوا کا وزن ہوتا ہے۔

بات صاف ہوگئی۔ فلوجسٹن کے نظریے کا جنازہ نکل گیا! جو لوگ فلوجسٹن کو مانتے چلے آئے تھے وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

لے وائسر نے بہت جلد سمجھ لیا کہ جو بات فاسفورس کے جلانے سے پیدا ہوتی ہے وہی دوسری چیزوں کو جلانے سے بھی ہوگی، بلکہ اس کے تجربوں نے تو یہ بھی بتا دیا کہ جب کسی دھات میں زنگ لگ جاتا ہے تو بھی بالکل وہی بات ہوتی ہے جو کسی چیز کے جلنے سے ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی چیز جل جائے یا کسی دھات میں زنگ لگ جائے تو کیمیا کی زبان میں کہا جائے گا کہ بات ایک ہی ہوئی۔ لے وائسر نے اسے ثابت کر دکھایا۔ اس نے کانچ کی ایک بوتل میں ٹن کا چھوٹا سا ٹکڑا ڈالا اور بوتل کو اس طرح بند کیا کہ باہر سے کوئی چیز اس کے اندر جانے نہ پائے۔ پھر اس نے بڑا سا آتشی شیشہ لیا اور اس کے ذریعے سورج کی تیز کرنوں کو ٹن پر مرکوز کیا۔ وہ ٹکڑا اتنا گرم ہوگیا کہ کچھ دیر بعد پگھل گیا اور سرمئی رنگ کا سفوف سا بن گیا بالکل اسی طرح جیسے ٹن میں زنگ لگ کر بن جاتا ہے۔

تجربے سے پہلے لے وائسر نے اپنی عادت کے مطابق ٹن کا وزن کر لیا تھا اور بوتل کے اندر کی ہوا کا بھی۔ تجربے کے بعد اس نے سرمئی سفوف کا وزن معلوم کیا اور بوتل میں جو ہوا کا حصہ باقی رہ گیا تھا، اس کا بھی۔ نتیجہ وہی نکلا جو پہلے سمجھ چکا تھا۔ بوتل کی ہوا کے وزن میں جتنی کمی آگئی تھی ٹھیک اسی قدر سفوف کا وزن ٹن کے وزن سے بڑھ گیا تھا۔ سوچنے کی بات یہ تھی کہ بوتل کے اندر سورج کی کرنوں کے سوا اور کوئی چیز داخل نہیں ہوسکتی تھی۔ پھر ٹن میں زنگ لگنے کے بعد اس کا وزن کیسے بڑھ گیا اور ہوا کا

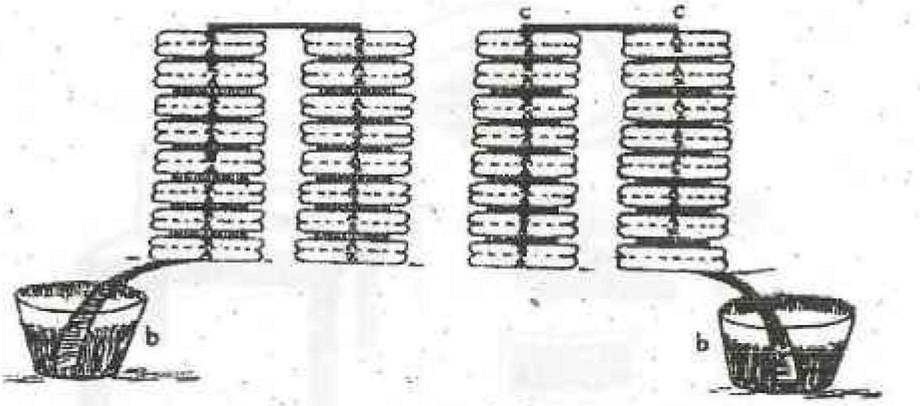

لے وائسر کے تجربے کا سامان

وزن کیسے ہوا؟ جواب وہی تھا ٹن کے ساتھ ہوا کا وہ حصہ جسے ہم جاندار ہوا کہہ چکے ہیں، مل گیا، اس سے زنگ لگا۔ یہی وجہ ہے کہ زنگ آلود ٹن کا وزن بڑھ گیا۔

لے وائسر نے ایک اور تجربے سے اپنی بات پکی کرلی۔ اس نے لکڑی کا خالص کوئلہ لے کر اس کا وزن کیا۔ ایک برتن میں جاندار ہوا بھر کر کوئلہ جلایا۔ کوئلہ بڑی تیز روشنی کے ساتھ جلتا رہا۔ یہاں تک کہ بالکل جل گیا اور اس کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ جلنے کے بعد کوئلہ کیا ہوا؟ ختم ہوگیا؟ لے وائسر نے اپنے ترازو پر برتن کا اب جو دوبارہ وزن کیا تو معلوم ہوا کہ پہلے کی بہ نسبت اس کا وزن ٹھیک اتنا ہی بڑھ گیا ہے، جتنا کہ کوئلہ کا وزن تھا۔ مطلب ہے نہ تو کوئلہ ختم ہوا نہ غائب ہوا بلکہ جلتے وقت وہ جاندار ہوا کے ساتھ ملتا گیا اور برتن میں اب اس مرکب سے ایک نئی چیز تیار ہوگئی جسے لے وائسر نے کاربونک ایسڈ گیس کا نام دیا۔

لے وائسر نے جب اپنے تجربے اس زمانے کے سائنس دانوں کے سامنے دہرائے تو اس پر آفت ٹوٹ پڑی۔ چاروں طرف سے اعتراضات کی بوچھار! کوئی بھی یہ ماننے کے لیے تیار نہ تھا کہ ایک شے جلنے کے بعد ضائع نہیں ہوتی بلکہ ایک نئے مرکب میں بدل جاتی ہے۔ کوئی یہ تسلیم کرنا نہیں چاہتا تھا کہ دھات کو زنگ لگنے کے بعد نیا مرکب بن جاتا ہے۔ لے وائسر نے ان باتوں کا مقابلہ کیا۔ اس کو اپنے ترازو پر پورا بھروسہ تھا جو دھوکہ نہیں دے سکتا تھا۔ فلوجس ٹن نہ تو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور نہ کسی اور نے۔ اس لیے اسے وہ ماننے کے لیے تیار نہ تھا اور تیار بھی کیسے ہوتا جب خود اس کے ذاتی مشاہدے دوسرے نتیجے بتا رہے تھے۔

کچھ دنوں کے بعد اعتراض کرنے والوں کا زور دھیما پڑنے لگا، جنھیں لے وائسر کے ترازو پر شک تھا، وہ خود بھی اپنے ترازو پر وہی تجربے دہرا کر اسی نتیجے پر پہنچے اور آخر انھیں کہنا پڑا لے وائسر نے جو کچھ کہا ہے وہ ٹھیک ہی ہے۔

■

ماخذ: کیمیا کی کہانی: **مصنف:** سید شہاب الدین دسنوی، **پہلی اشاعت:** 1981، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

نکہت انجم ناظم الدین

ڈیجیٹل دنیا

پیارے بچو! آپ بخوبی واقف ہیں کہ موجودہ عہد سائنس اور ٹکنالوجی کا عہد ہے۔ زندگی کے تمام شعبہ جات میں ٹکنالوجی کا استعمال وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے اور کیوں نہ ہو بچوں اور بڑوں سبھی کی دلچسپیوں کا سامان یہاں موجود ہے۔ آپ کے پسندیدہ گیمز، پزلز، ای لائبریریز، ویڈیوز کی شکل میں موجود تعلیمی مواد، آن لائن اساتذہ، سب آپ کی ایک کلک پر دستیاب ہیں۔ لاکھوں لوگ اس ٹکنالوجی کا صحیح اور محفوظ طریقے سے استعمال کر کے اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں تو وہیں کچھ لوگ ٹکنالوجی کے اس جال میں پھنس کر نہ صرف خود گمراہ ہو جاتے ہیں بلکہ دوسروں کو نقصان پہنچانے کا بھی سبب بن جاتے ہیں۔

بچے ٹکنالوجی کا محفوظ طریقے سے استعمال کیسے کریں؟ یہ سیکھنا بہت ضروری ہے۔ چاہے آپ گیمز کھیل رہے ہوں، ویڈیوز دیکھ رہے ہوں یا دوستوں کے ساتھ بات چیت کر رہے ہوں، یہاں کچھ مفید مشورے ہیں جو آپ کو ڈیجیٹل مواد سے بحفاظت استفادے میں رہنمائی کریں گے۔

کچھ بنیادی اصول بنائیں

جیسے کہ آپ کو آپ کے پسندیدہ گیم کھیلتے وقت دیے گئے اصولوں کا پابند رہنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح ٹکنالوجی کے استعمال کے لیے بھی کچھ اصول وضوابط کا پابند ہونا ضروری ہے۔ اپنے والدین یا سرپرستوں سے بات کریں کہ آپ آن لائن کتنا وقت گزار سکتے ہیں؟ کس قسم کے مواد تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں؟ اسی طرح دیگر لوگوں کے ساتھ محترم اور شائستہ سلوک کرنے کے بارے میں بھی بات چیت کریں۔

اپنے اسکرین ٹائم پر نظر رکھیں

ڈیجیٹل دنیا میں داخل ہونے کے بعد بچے وقت کو بھول جاتے ہیں۔ جہاں ایک گھنٹہ اسکرین استعمال کرنا ہے، وہاں دو تین گھنٹے گزرنے تک بھی خبر نہیں ہو پاتی۔ اس لیے وقت کا ریمائنڈر بے حد ضروری ہے۔ اسی طرح اسکرین ٹائمنگ کے لیے وقت کی تقسیم بھی ضروری ہے۔ کوشش کریں کہ وقت کو تقسیم الاوقات کے مطابق استعمال کریں اور آف لائن سرگرمیاں بھی انجام دیں۔ باہر جا کر

کھیلیں، ورزش کریں، ہوم ورک، پڑھائی سبھی کو اپنے وقت پر انجام دیں۔

'آن لائن سیفٹی' کے بارے میں سیکھیں

انٹرنیٹ ایک بڑا دلچسپ کھیل کا میدان ہے۔ اپنے والدین یا سرپرستوں سے بات کریں کہ کس طرح اپنی شخصی معلومات کو محفوظ رکھیں؟ اجنبیوں سے بات کرتے وقت احتیاط کریں۔ اگر کچھ بھی آن لائن غیر مہذب نظر آتا ہے تو کیا کرنا چاہیے؟ اس بارے میں گھر کے بڑوں اور اساتذہ سے ضرور بات کریں اور ان کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کریں۔

ہوشیار صارف بنیں

ڈیجیٹل دنیا کو ایکسپلور کرتے وقت آپ کو اپنی ذہانت کا استعمال کرنا چاہیے کہ کیا صحیح ہے؟ کیا غلط ہے؟ کسی بھی نئی اپلیکیشن کو چاہے وہ آپ کے گیمز سے متعلق ہو، ویڈیوز کی کوئی اپلیکشن ہو یا تعلیم و تعلم سے متعلق ہو، اپنے الکٹرانک ڈیوائسز میں ڈاؤن لوڈ کرنے سے قبل اپنے والدین کو ضرور دکھائیں۔ اگر آن لائن آپ کو کچھ بھی سمجھنے میں دقت ہوتی ہے تو اپنے بڑوں سے ضرور پوچھ لیں۔ یاد رہے، اگر آپ کو کسی مشکل کا سامنا ہوتا ہے تو مشکل سے باہر آنے کے لیے مدد مانگنا بھی بہترین طریقہ ہوتا ہے۔

ادب اور شائستگی سے پیش آئیں

جس طرح ہم اپنی عملی زندگی میں اچھے بچے ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ سبھی کے ساتھ محبت، ادب اور شائستگی کے ساتھ پیش آتے ہیں اسی طرح انٹرنیٹ پر بھی دوسروں کے ساتھ ادب اور شائستگی سے پیش آنا ضروری ہے۔ لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں جیسا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ کیا جائے۔ منفی ریمارکس نہ دیں۔ اگر آپ نے کسی کے آن لائن مواد سے استفادہ کیا ہے تو شکریہ ضرور ادا کریں۔ آن لائن کلاسز میں ایک اچھے طالب علم کی طرح پیش آئیں۔

نئی اور دلچسپ چیزیں دریافت کریں

ڈیجیٹل دنیا بہت ساری دلچسپ اور نئی باتیں سیکھنے کے مواقع موجود ہیں۔ چاہے آپ تعلیمی ویڈیوز دیکھ رہے ہوں، دوستوں کے ساتھ گیمز کھیل رہے ہوں، یا سائنس، جغرافیہ، ماحولیات سے متعلق آن لائن معلومات کھوجنے میں مصروف ہوں۔ آپ پر معلومات کے نئے نئے دروازے ہوتے چلے جائیں گے۔ آج آپ کو کچھ سیکنڈ میں ڈھیر ساری معلومات حاصل کرنا ہے تو اس کے لیے بہترین ذریعہ چیٹ جی پی ٹی ہے۔ چیٹ جی پی ٹی کے بے شمار فوائد ہیں۔ آپ انٹرنیٹ کی دنیا میں بہت عمدگی کے ساتھ اس کا استعمال کرسکتے ہیں۔ ڈیجیٹل دنیا کی کھوج کرنا ایک بے حد دلچسپ سفر ہے۔ جس میں ہر قدم پر آپ کو نئی چیزوں کا علم ہوگا۔ بس آپ اپنے جوش و جذبہ کو زندہ رکھیں اور ہمیشہ نئی باتوں کو سیکھنے کے لیے تیار رہیں۔ چاہے وہ نئی ویب سائٹس کی دریافت ہو، کوڈنگ کا امتحان لینا ہو، یا آن لائن دلچسپ سائنسی تجربات کے بارے میں سیکھنا ہو، یاد رکھیں کہ انٹرنیٹ آپ کے لیے علم کا خزانہ ہے جو انتظار کر رہا ہے کہ آپ میں سے نئی نئی معلومات حاصل کریں۔

اپنی معلومات کو محفوظ طریقے سے شیئر کریں

جب آپ آن لائن کچھ سیکھتے ہیں اور نئی باتیں دریافت کرتے ہیں۔ یا کسی اپلیکیشن کی شروعات کرنی ہو تو وہ ہم سے متعلق معلومات چاہتی ہے۔ ایسے وقت پر

اپنی معلومات کو محفوظ اور ذمے دارانہ طریقے سے شیئر کریں۔ غیر ضروری اور نجی معلومات بالکل شیئر نہ کریں۔ بہتر ہے کہ کسی سے کچھ شیئر کرنے سے پہلے اپنے والدین یا سرپرستوں کی اجازت حاصل کریں۔

ضرورت محسوس ہونے پر مدد مانگیں

ڈیجیٹل دنیا میں بوقت ضرورت مدد مانگنا بے حد آسان ہوگیا ہے۔ آپ 'گوگل اسسٹنٹ' اور 'چیٹ جی پی ٹی' سے مدد حاصل کرسکتے ہیں۔ اگر آن لائن مواد یا ویڈیوز آپ کو پریشانی میں ڈالتے ہیں تو آپ اپنے والدین اور اساتذہ سے مدد مانگ سکتے ہیں۔ آن لائن سیکھنا اور فائدہ حاصل کرنا اپنی جگہ لیکن آپ کی حفاظت اور خوشحالی سب سے اہم ہے۔

سائبر ایذا رسانی (Bullying) سے محتاط رہیں

پیارے بچو! یاد رکھیے! ڈیجیٹل دنیا ہمیشہ دوستانہ نہیں ہوگی۔ کبھی کبھی لوگ آن لائن بدتمیز یا نقصان دہ بھی ثابت ہوسکتے ہیں۔ اگر آپ کو کبھی بھی سائبر ایذا رسانی کا سامنا ہوتا ہے یا کسی اور کو سائبر ایذا رسانی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، تو گھبرائیں نہیں بلکہ مدد کی درخواست کریں۔ والدین، سرپرستوں اور اساتذہ سے بات کریں یا موجودہ پلیٹ فارمز پر دستیاب رپورٹنگ ٹولز استعمال کریں۔ یاد رکھیں، ہر شخص کو انٹرنیٹ پر تحفظ اور احترام کا فراہم ہونا اس کا حق ہے۔

اپنے ڈیجیٹل آلات کو محفوظ بنائیں

اپنے ڈیجیٹل آلات کو محفوظ بنانا ضروری ہے۔ سب سے اہم ہے کہ مضبوط پاس ورڈ استعمال کریں، نئی ایپس ڈاؤن لوڈ کرتے وقت احتیاط برتیں۔ ڈیجیٹل خطرات سے بچنے کے لیے اپنے ڈیوائسز کے سافٹ ویئر کو اپڈیٹ رکھیں۔

اپنی اسکرین ٹائمنگ میں توازن برقرار رکھیں

ڈیجیٹل دنیا میں ہر وقت گم رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ آپ بوقت ضرورت مؤثر طریقے سے اس کا استعمال کرسکتے ہیں۔ آپ کا اپنے اسکرین ٹائم کو دیگر سرگرمیوں کے ساتھ متوازن رکھنا بھی ضروری ہے۔ باہر وقت گزاریں، کھیل کود میں حصہ لیں، جسمانی مشق میں مشغول رہیں، اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ خوشگوار وقت گزاریں۔

اپنے تجربات شیئر کریں اور دوسروں کے تجربات سے بھی سیکھیں

جب آپ ڈیجیٹل دنیا سے کچھ نیا سیکھتے ہیں تو اپنے تجربات کو دوستوں اور جماعت کے ساتھیوں سے شیئر کریں اور دوسروں کے تجربات سے سیکھیں۔ مثلاً دوستوں کو نیا گیم سکھانا ہو یا ان سے نیا گیم یا نئی آن لائن سرگرمیاں سیکھنی ہوں، اپنی جماعت کے ساتھیوں کے ساتھ ایک دلچسپ ویب سائٹ کا شیئر کرنا ہو، یا آن لائن مل کر ایک دلچسپ منصوبہ بنانا ہو، علم و تجربہ کا بانٹنا ڈیجیٹل سفر کو اور مزیدار بنا سکتا ہے۔

پیارے بچو! آپ مندرجہ بالا مشوروں پر عمل کرکے ڈیجیٹل دنیا میں محفوظ اور ذمے دارانہ طریقے سے داخل ہوسکتے ہیں اور نئی نئی باتیں اور نئی نئی معلومات دریافت کرسکتے ہیں۔

■

Nikhat Anjum Nazimuddin
Tal-Bodwad
Dist - Jalgaon - 425310 (Maharashtra)
Cell.: 9359060768   7709655458
nikhatanjumsayyad@gmail.com

عبدالمجید مکرو

ادرک کے طبی فوائد

ادرک یعنی Ginger کے طبی فوائد بہت ہیں، ہم چھوٹی موٹی بیماریوں کے لیے نزدیک کے اسپتال کا رخ کرتے ہیں یا پھر کسی دوا کی دکان سے دوائی خرید لاتے ہیں، لیکن بھول کر بھی یاد نہیں کرتے کہ قدرت کے خزانے میں کسی دوا کی کمی نہیں اور ہماری روزمرہ کی زندگی میں ان کا بڑا اہم حصہ ہے۔ جب حکیموں اور ویدوں کا چلن عام تھا۔ لوگ جڑی بوٹیوں سے مرض کا علاج کرتے تھے۔ جنگلوں سے لوگ جڑی بوٹیوں کو چن چن کر لاتے تھے اور بیماریوں کا علاج جڑی بوٹیوں سے ہوتا تھا۔ وہ پرانا زمانہ تھا پرانے زمانے میں حکیموں اور ویدوں کا چلن جب عام تھا۔ ہمارے باورچی خانے میں موجود مسالے اور سبزیاں ان کے علاج کا حصہ ہوا کرتے تھے اور یہ طبی نسخے درحقیقت بڑے مفید اور موثر ہوتے تھے یعنی ہینگ لگے نہ پھٹکری اور رنگ آئے چوکھا۔

پیارے بچو! بات کرتے ہیں ادرک کی جو ہر امیر غریب کے Kitchen (باورچی خانے) میں ہوتا ہے اور روزمرہ کے کھانوں میں استعمال ہوتا ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ادرک کی چھوٹی سی جڑ ہماری صحت کی ضامن اور کئی بیماریوں کا علاج ہے؟ ادرک ہاضم ہے، دل کے عضلات کو قوی بناتا ہے۔ جوڑوں کے درد کو رفع کرتا ہے۔ سردی زکام اور کھانسی کا علاج ہے اور ساتھ ہی جسم میں گرمی پہنچاتا ہے۔ بھارت کا قدیم آیورویدک اور طب یونانی بھی ادرک یعنی Ginger کی بے شمار خوبیوں کا قائل ہے۔ دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں ادرک کی خوبیوں کے گن گائے جاتے ہیں اور بکثرت استعمال ہوتے ہیں، عرب تاجروں کے ذریعے ادرک نے دنیا کا سفر طے کیا ہے۔ جب ادرک نے یونان کی سرزمین پر قدم رکھا اور یونانی اس کی خوبیوں سے آگاہ ہوئے تو اسے دوا میں استعمال کیا گیا اور یوں ادرک یونانی طب کا ایک اہم حصہ بن گیا۔

طب یونانی میں پیٹ کی درستگی کو اہم تسلیم کیا جاتا

ہے۔ ادرک کا اس میں بہت اہم رول ہے۔ عربی فارسی کے علاوہ یورپ کے کلاسیک ادب میں بھی ادرک کا ذکر ملتا ہے۔ ہنری ہشتم نے اسے طاعون کا علاج بتایا اور ملکہ ایلزبتھ اول نے ادرک سونف اور دارچینی کے سفوف کو ہاضمے کا دوست قرار دیا تھا۔ ادرک کی بہترین صفات سے ایک عام آدمی شاید بے خبر ہو، لیکن ماہرین اس کی اہمیت کے قائل ہیں۔ ادرک بیشتر گوشت اور مرغ سے بنائے پکوان میں استعمال ہوتا ہے اور انھیں زود ہضم بناتا ہے، گو مچھلی پکانے میں ادرک کا استعمال کم ہے لیکن ادرک کی بھینی بھینی خوشبو کھانے کو اشتہا انگیز بناتی ہے۔ ترکاریوں میں بھی ادرک کا استعمال ہوتا ہے۔ ادرک سے بنی چٹنیاں، اچار اور حلوے یا مربے ہندوستانی دسترخوان کا حصہ ہیں جب کہ ادرک والی چائے تو بہت عام ہے۔ دنیا کے دوسرے ممالک میں ادرک سے بنے کیک اور بسکٹ بڑے شوق اور لطف سے کھائے جاتے ہیں۔ ادرک نہ صرف کھانے میں استعمال ہوتا ہے بلکہ اس سے بنے مشروب بھی ضیافت کا حصہ ہوتے ہیں کیونکہ دسترخوان پر سجے متنوع کھانے کو ہضم کرنا ہی اس مشروب کا کام ہے۔

ادرک کی نان یا 'جنجر بریڈ' کی معروف کہانی آپ نے سنی ہوگی۔ بہرحال میرا مشورہ ہے اگر آج آپ ایک گملے میں ادرک کا ایک پودا Tree لگا لیں تو کسی حد تک ڈاکٹر کا خرچ بچ سکتا ہے اور آپ اس کے استعمال سے صحت مند ہو سکتے ہیں۔

■

Abdul Majeed Makrow
S/o Ab Gani Makrow
R/o Arwani
Bijbehara Kulgam- 192124 (Kashmir)

حذیفہ انعم شیخ محمد، درجہ پنجم، سید پورا بالا پور، ضلع اکولہ، مہاراشٹر

عمیمہ عروج محمد صابر، درجہ ششم، المحمود اسکول، آکولہ، مہاراشٹر

عیاد احمد ابن صابر علی، درجہ ششم، ڈریم ویلس اسکول، شاہین باغ، نئی دہلی

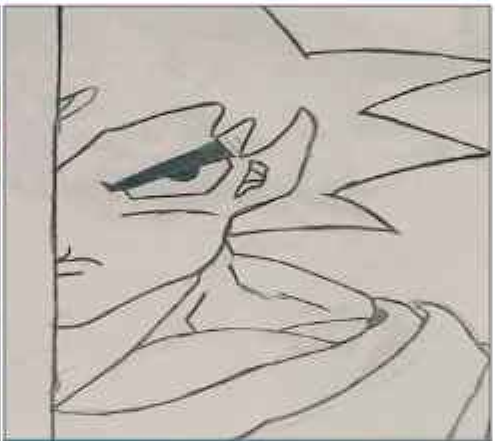

ریان اختر، درجہ پنجم، رانی بنور، کرناٹک

شفا آیت، درجہ دوم، ایس ایچ پبلک اسکول، دوحا پٹکان، راجا بازار، کولکاتا، بنگال

زینہ حریم، درجہ 3، ہیریٹیج انٹرنیشنل اسکول، ناگپور، مہاراشٹر

ام کلثوم پیرزادہ، درجہ ششم، الہدیٰ پرائمری اینڈ ہائی اسکول، وجے پورہ، کرناٹک

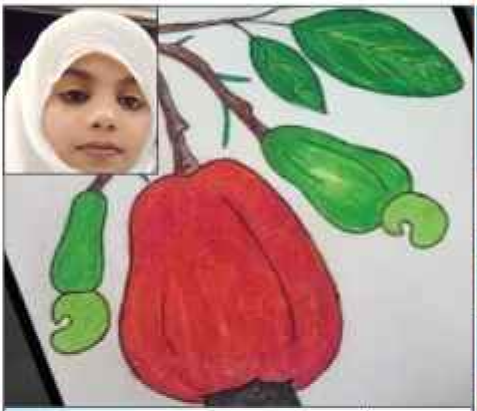

نازم ارم عبدالمبین چودھری، درجہ ششم المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول
پوار بستی، چھلی، پونے مہاراشٹر

زینب محمد شعیب شیخ، درجہ ہفتم ج
بیگم قمر النسا کاریگر گرلز ہائی اسکول و جونیئر کالج، شولاپور، مہاراشٹر

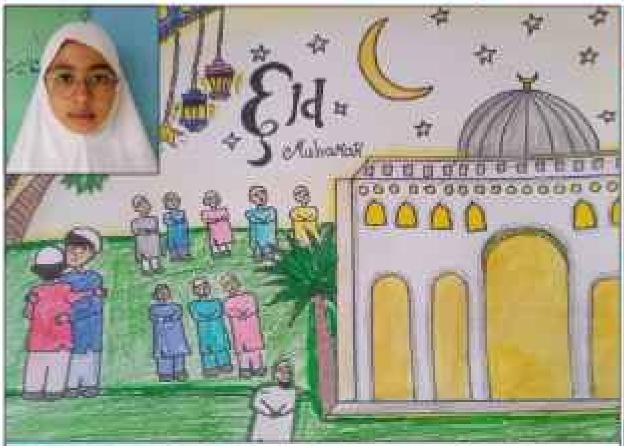

افشین عرفان پٹیل، درجہ ہفتم ج، بیگم قمر النسا، کاریگر، ہائی اسکول و جونیئر کالج شولاپور، مہاراشٹر

شیخ حسان محمد علیم، درجہ پنجم، ناندورا، ضلع بلڈھانہ، مہاراشٹر

میسرہ رحمت محمد رحمت علی، سن رائز ہائی اسکول، مراد نگر، حیدرآباد، تلنگانہ

حمیرہ صدف ناطق الدین پٹیل، درجہ پنجم، ضلع پریشد اردو اسکول، ہاشم پور، جلگاؤں جامود، مہاراشٹر

شارمین کشف ضیاء الدین پٹیل، درجہ پنجم
ضلع پریشد اردو اسکول ہاشم پور، جلگاؤں جامود، مہاراشٹر

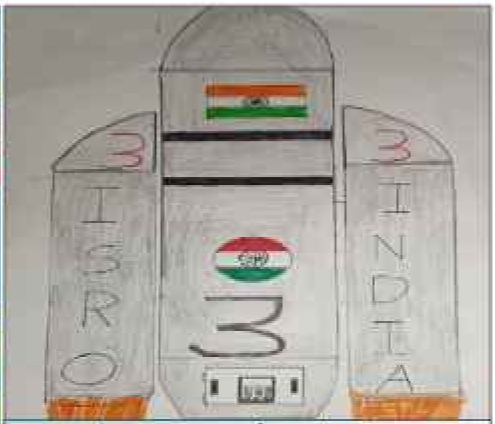

ارشان علی اظہر علی، درجہ ہفتم، رزیڈپی اردو بوائز اسکول
نمبر 2، ملتی نگر، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

سید حذیفہ قاضی، درجہ ہفتم، الہدیٰ پرائمری اینڈ ہائی اسکول، وجے پورہ، کرناٹک

احمد منظر، درجہ سوم، سید عابد حسین سینئر سیکنڈری اسکول، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی

سافیہ قادر خان، ہفتم، اسامہ اردو ہائی اسکول و جونیئر کالج
بھساول، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

رومانہ خاتون، درجہ ششم، فرید آباد، ہریانہ

مرزا تہذیب سہیل بیگ، درجہ ہشتم، نیو آزاد اردو ہائی اسکول، اورنگ آباد، مہاراشٹر

عمر سعید، درجہ پنجم، ملت انگلش اسکول، بیڑ، مہاراشٹر

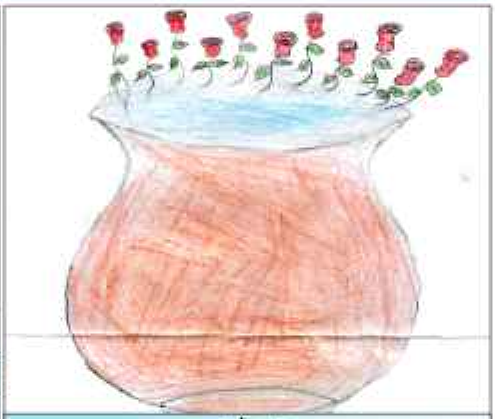
زینت بانو اختر شیخ، درجہ چہارم
بھیونڈی نظام پور شہر میونسپل کارپوریشن اسکول نمبر 6، مہاراشٹر

ریشما شاہ محمد انصاری، درجہ چہارم
بھیونڈی نظام پور، میونسپل کارپوریشن، اسکول نمبر 6، مہاراشٹر

معظمہ عریشہ حسین، درجہ ہشتم، لعل ڈفوڈل اسکول، دربھنگہ (بہار)

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

اُردو دُنیا

ماہنامہ URDU DUNIYA, New Delhi

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے ، اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے سالانہ: 150 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

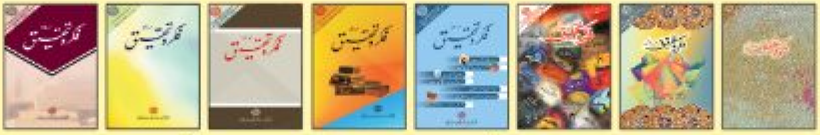

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159

E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

बच्चों की दुनिया मासिक, जून 2024, वर्ष 12, अंक 06
BACHON KI DUNIYA Monthly, JUNE 2024 Vol. 12, Issue: 06
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439/2022-24
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/05/2024
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month
Total Pages: 64

سوچھ بھارت

ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دلچسپ کتابیں

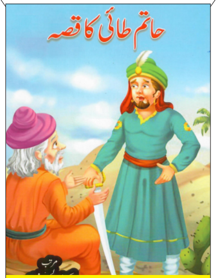

صفحات: 86، قیمت: 30 روپے

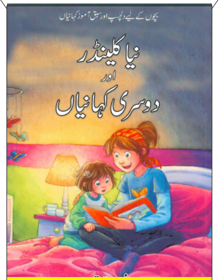

صفحات: 43، قیمت: 15 روپے

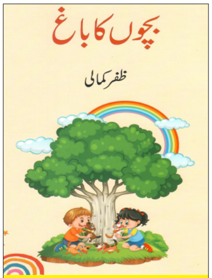

صفحات: 50، قیمت: 20 روپے

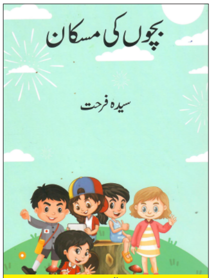

صفحات: 64، قیمت: 25 روپے

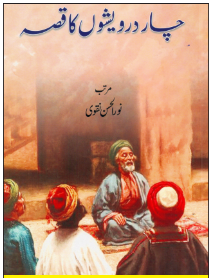

صفحات: 70، قیمت: 30 روپے

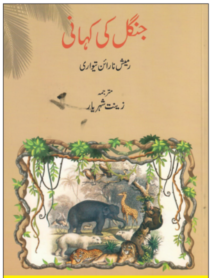

صفحات: 118، قیمت: 30 روپے

صفحات: 108، قیمت: 95 روپے

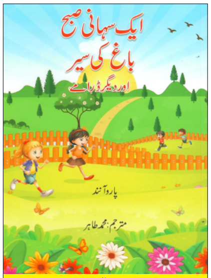

صفحات: 101، قیمت: 35 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066

فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.: sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Md Shams Equbal, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language,
and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.
LPC DELHI,DELHI PSO,DELHI RMS,DELHI-6